فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ

۲

حطّین وہ میدان ہے جہاں تاریخ کا ایک عظیم معرکہ لڑا گیا تھا۔ جب سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں مسلمانوں نے صلیبی حملہ آوروں کو فیصلہ کن شکست دے کر ان کی کمر توڑ دی تھی۔ یہی جنگ اہلِ کتاب سے مسجدِ اقصیٰ کی بازیابی کا مقدمہ بنی۔

آج امتِ مسلمہ پھر اسی مرحلے سے دوچار ہے۔ آج پھر اہلِ اسلام پر ایک صلیبی جنگ مسلط ہے۔ ہاں البتہ فرق اتنا ہے کہ کل کی صلیبی جنگ میں صرف قبلہء اول مسجدِ اقصیٰ مسلوب تھی تو آج کعبۃ اللہ کی سرزمین بھی یہود و نصاریٰ کے نرغے میں ہے۔ یاد رکھیے کہ موجودہ دور کی صلیبی جنگ کا مقابلہ بھی اسی طرح ممکن ہوگا جس طرح ماضی کی صلیبی جنگوں کا مقابلہ کیا گیا تھا، بلکہ اُس سے بھی زیادہ قوت اور قربانیوں کے ساتھ... کیونکہ کل کی صلیبی جنگ کا شکار محض مسلمان تھے جب کہ آج اسلام بجائے خود ہدف ہے۔ بس یہی حِطّین کا پیغام ہے!

hitteen314@yahoo.com

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

سب سے پہلے امریکہ!

زید الخیر

''سب سے پہلے امریکہ......ہی دنیا بھر میں مجاہدین کی عسکری کارروائیوں کا ہدف ہونا چاہیے!'' جب ہم یہ بات کہتے ہیں تو اس کے کچھ دلائل ہیں:

امریکہ اس وقت دنیا میں جاری عالمی صلیبی جنگ کا امام ہے۔ ۱۶ اکتوبر ۲۰۰۱ء کو امریکی صدر کے صلیبی جنگ کے اعلان سے تا امروز اس جنگ کی قیادت امریکہ کے ہاتھ میں ہے۔

امریکی صلیبیوں کا سب سے بھیانک جرم اسلامی دنیا میں ایک عالمگیر تحریکِ ارتداد کا برپا کرنا ہے، جس کے اثرات پورے عالمِ اسلام میں محسوس کیے جا رہے ہیں۔ تعلیم، معیشت، ابلاغیات، معاشرت، قانون سازی، الغرض اسلامی دنیا کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں فساد اور الحاد کے فروغ کے لئے امریکی اداروں نے شر انگیز منصوبہ بندی نہ کر رکھی ہو۔

مسلم دنیا کو سودی معیشت کے جال میں جکڑنا، سرمایہ دارانہ تہذیب کو فروغ دینا اور اسلامی معاشروں کو حرص و ہوس کی منڈیوں میں تبدیل کرنا امریکہ کا ایک مستقل ہدف ہے۔ اس ہمہ جہتی ہدف کے حصول کے لئے یو ایس ایڈ، ورلڈ بینک اور دیگر اداروں کی مدد سے مستقلاً کام جاری ہے۔

دنیا کی بڑی عسکری قوت ہونے کے ناطے، تمام اسلام دشمن قوموں کو مسلح اور مضبوط کرنے کا کام امریکہ نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔ حتیٰ کہ مسلمانانِ شیشان کے مقابلے میں وہ اپنے بدترین دشمن روس کی مدد سے بھی نہیں چوکتا۔

امریکہ ہی ہے جو مسلم ممالک سے فوجیوں اور پولیس اہل کاروں کو بڑے پیمانے پر بھرتی کر کے تربیت کے لئے اپنے ہاں لے جاتا ہے اور اسلام دشمنی اور جہاد دشمنی کے لئے ان کی ذہن سازی کرتا ہے۔

- امریکہ مسلم دنیا کے سیاست دانوں کو جمہوری تربیت کے نام پر اپنے ہاں لے جا کر ان کے ذہنوں سے جہاد اور نفاذ شریعت کے افکار کھرچ کر، انھیں فروغِ جمہوریت کی تعلیم دیتا ہے۔
- امریکہ اسلامی دنیا کے اسکولوں، کالجوں کے اساتذہ کو منتخب کر کے، تعلیمی تربیت کے بہانے انھیں بے دین اور ملحد و زندیق بنانے کی مہم پر کاربند ہے۔
- امریکہ کی سرپرستی میں قائم این جی اوز مسلم دنیا میں جس تیزی سے بے حیائی اور آوارگی کو فروغ دے رہی ہیں، وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔
- آج دنیا بھر میں انٹرنیٹ کے ذریعے جو برائی بھی پھیلائی جارہی ہے، اس کا بانی و سرپرست امریکہ ہے۔

پھر اس فکری فساد کے ساتھ ساتھ امریکہ نے عسکری محاذوں پر بھی اہلِ اسلام کو نشانے پر رکھا ہوا ہے۔

- یہودی ریاست کا سب سے بڑا عسکری و سفارتی سرپرست امریکہ ہے۔ قبلہ اول کو مسلسل صہیونیوں کی غلامی میں رکھنے اور لاکھوں فلسطینی مسلمانوں کو قتل اور ہجرت پر مجبور کرنے اور دنیا کے ڈیڑھ ارب مسلمانوں کو بیت المقدس کی زیارت سے محروم رکھنے کا سب سے بڑا ذمہ دار امریکہ ہے۔
- ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۱ء کی شام سے لے کر آج تک افغانستان میں ایک لاکھ سے زائد مسلمان شہید ہوئے جب کہ عراق میں ۱۹۹۱ء سے لے کر آج تک امریکیوں کے جبرِ مسلسل کے نتیجے میں ۱۵ لاکھ سے زائد مسلمان شہید ہوئے جن میں ۱۰ لاکھ صرف وہ بچے ہیں جو اقتصادی ناکہ بندی، دودھ اور ادویہ پر پابندی کے باعث تڑپ تڑپ کر مر گئے۔
- مسلم ممالک کے مرتد حکمرانوں کا سب سے بڑا سرپرست امریکہ ہے۔ پوری دنیا میں جہاد کے ذریعے قائم ہونے والی شرعی حکومتوں کو گرانا امریکہ اپنا فرضِ اوّلین سمجھتا ہے۔ صومالیہ اور افغانستان میں شرعی حکومتوں کو گرا کر صلیب زدگان کو پایہ تخت پر بٹھانا اس کی واضح مثالیں ہیں۔
- ۱۹۹۸ء میں امریکہ نے سوڈان اور افغانستان پر بحری و فضائی حملے کر کے پوری اسلامی دنیا کو للکارا، اس سے پہلے لیبیا پر حملہ کیا، صومالیہ پر بار بار لشکر کشی کر کے، ہزاروں مسلمانوں کے قتلِ عام، اور عیسائیوں کو مسلط کرنے میں امریکہ براہِ راست ملوث ہے۔
- سب سے بڑے اسلامی ملک انڈونیشیا میں نصرانیت کے فروغ اور مشرقی تیمور کی صلیبی ریاست کے

قیام کا سہرا بھی امریکہ اوراس کے صلیبی حواریوں کے سر ہے۔

امریکہ اپنے آلہ ءکاروں اور سفارت کاروں کے ذریعے اسلامی دنیا کے ہزاروں مجاہدین، علماء، تاجروں، سائنس دانوں کے اغواء اور قتل میں براہِ راست ملوث ہے۔ اس کے علاوہ ہزاروں اشرافِ اُمت آج بھی باگرام، گوانتانامو اور دنیا کے مختلف خفیہ عقوبت خانوں میں قید ہیں۔

افغانستان میں ہزاروں افغانی، پاکستانی اور عرب مجاہدین کو کنٹینروں میں دم گھونٹ کر شہید کرنے اور باقی ماندہ کو دشتِ لیلیٰ میں زندہ درگور کر دینے کے سارے عمل کی سرپرستی امریکیوں نے کی۔

ابوغریب جیل میں ہزاروں مسلم مرد و زن کی بے حرمتی، شرمناک تشدد اور قیدیوں کے زندہ جسموں کو وحشی کتوں کے آگے بھنبھوڑنے کے لئے چھوڑ دینے کا سہرا امریکیوں کے سر ہے۔

امریکی قوم کا نا قابل معافی جرم اُمتِ توحید کے قلب، مسلمانوں کے مرکز، سرزمینِ مکہ و مدینہ میں اپنے ناپاک اڈوں کا قیام اور فوجوں کی تعیناتی ہے۔ خلیجِ عرب کے پانیوں، جزیرۃ العرب کی فضاؤں اور نجد و حجاز کی شاہراؤں پر آج غلیظ امریکی دندناتے پھر رہے ہیں۔ جزیرہ ءمحمد صلی اللہ علیہ وسلم میں بے حیائی و بے دینی کو فروغ دیا جارہا ہے، دبئی اور خلیجی ریاستوں کی اخلاقی حالتِ زار امریکی ایجنڈے کی ایک ہلکی سی جھلک ہے، کویت جو جزیرۃ العرب ہی میں واقع ایک چھوٹا سا ملک ہے، اس کے سولہ سو مربع میل پر قائم امریکی اڈا، اِردگرد کی ساری مسلم دنیا کے بارے میں صلیبیوں کے عسکری عزائم کو آشکار کرنے کے لئے کافی ہے۔

مسلم دنیا کو کیمیائی، ایٹمی اور جرثومی ہتھیاروں سے محروم کرنے، ان کے سائنس دانوں کو اغواء اور قتل کرنے، اوران کی تجربہ گاہوں کو تباہ کرنے کا سلسلہ امریکہ نے تا امروز جاری رکھا ہوا ہے۔

پوری دنیا میں امریکہ کے سینکڑوں عسکری اڈے قائم ہیں اور تقریباً پانچ لاکھ کے قریب امریکی فوجی امریکہ سے باہر تعینات ہیں۔ ایک دفاعی رپورٹ کے مطابق دنیا کے ۱۳۰ ملکوں میں امریکہ کے ۷۰۲ اڈے ہیں۔ ان میں ۴۴۸۷۰ بیرکیں، ہسپتال اور دفاتر قائم ہیں۔ ان کے علاوہ امریکی فوجیوں کے لئے ۴۸۴۴ کرائے کے مکان لئے گئے ہیں (بیس سٹکچر رپورٹ ۲۰۰۳ از امریکی محکمہ ء دفاع)۔ سرد جنگ کے خاتمے کے بعد اس سب کچھ کا ہدف اسلام اور مسلمانوں کی تباہی کے سوا بھلا کیا ہے؟

یہ وہ سارے اسباب ہیں جنھوں نے مجاہدین کے اہل حل وعقد کو یکسو کیا کہ وہ سب سے پہلے اور سب

سے بڑھ کر، دنیا کے ہر کونے میں امریکی مفادات کو نشانہ بنائیں۔ چنانچہ امریکی ریاست کی تباہی، پوری دنیا میں پھیلے ہوئے اس کے عسکری مفادات کو نشانہ بنانا، اس کے عسکری و سیاسی جبر کو سہارا دینے والی معاشی، اقتصادی عمارتوں کو زمین بوس کرنا، امریکی حکومت کو ٹیکس دینے، اور ری پبلکن و ڈیموکریٹک حکمرانوں کو اپنی رائے سے سہارا دینے والے امریکی عوام کو مسلمانوں کا باج گزار بنانا عین مطلوب ہے۔

امریکی قوم ۳۰ لاکھ سے زائد مسلمانوں کی بالواسطہ یا بلاواسطہ قاتل ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو اللہ اور اس کے رسول کی دشمن امریکی قوم کو گیارہ ستمبر جیسی ایک نہیں ایک ہزار صبحیں دکھانا روا اور عدل کے عین موافق ہے۔ لہٰذا؛

جب تک دنیا بھر میں غلبہء اسلام کی راہ میں رکاوٹ اس اسلام دشمن قوم کی شوکت کو توڑ نہیں دیا جاتا، اس تہذیب کے آئمہء کفر، اس کے فکری و سیاسی نمائندوں، اس کی زبان بولنے والے نشریاتی اداروں، اس کو مضبوط کرنے والی ملٹی نیشنل کمپنیوں اور معاشی ڈھانچوں، اسے سہارا دینے والی این جی اوز، اس کی زبان بولنے والے ''دانش وروں'' اور قلم فروشوں، اس کی تعلیمات پھیلانے والے تحقیقی اداروں اور اس کی پالیسیوں کو نافذ کرنے والے اکابر مجرمین کو جب تک کرہء ارض کے ایک ایک کونے میں ہدف نہیں بنایا جاتا، دنیا کے کسی ایک خطے یا ملک میں غلبہء اسلام اور اس کی حفاظت ایک مشکل امر ہے۔

اسلام کا عالم گیر غلبہ، تہذیبِ کفر کی عالم گیر شکست کے بغیر ناممکن ہے۔ اور اس بارے میں، پوری دنیا میں امریکی (اور درجہ بہ درجہ دیگر صلیبی و صہیونی) اہداف اور ان کے چُنیدہ نمائندوں کو نشانہ بنانے کا لائحہء عمل ایک عظیم الشان لائحہء عمل ہے۔ تنزانیہ، کینیا، جدہ کے سفارت خانوں سے لے کر، گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء کے نیویارک اور واشنگٹن کے شہیدی حملوں، میڈرڈ اور لندن کی تباہی سے لے کر یہودی جاسوس ڈینیل پرل کی گردن زدنی تک ساری کارروائیاں اسی عالمی تحریکِ جہاد کے سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ صومالیہ، الجزائر، شیشان، افغانستان، عراق، جزیرۂ عرب وغیرہ میں جاری جہاد اسی عالمگیر مہم کا حصہ ہے۔ لیکن جب تک عالمِ اسلام کی ہر گلی میں ان صلیبی صہیونی غاصبوں کا ناطقہ بند نہیں کیا جاتا، اُس وقت تک نا صرف افغانستان، کشمیر، عراق، فلسطین اور صومالیہ کے زخم رِستے رہیں گے بلکہ فساد فی الارض میں ہر دن اضافہ ہوگا، ارتداد کی تحریکیں اور مضبوط ہوں گی، ہماری ہر مسجد لال مسجد بن جائے گی، ہمارے ہر عالم کا حشر شہید عبدالرشید غازیؒ اور مفتی نظام الدین شامزئیؒ سا ہوگا، ہماری ہر بہن جامعہ حفصہ کی طالبات کی طرح، بالوں سے نوچ

کر، پیروں سے گھسیٹی جائے گی، ہمارے ہر بچے اور بچی کے آئیڈیل کریم آغا خان اور عاصمہ جہانگیر بن جائیں گے۔

اگر کوئی مسلمان اس خام خیالی میں مبتلا ہے کہ امریکہ اور اس کے حواری بغیر جہاد اور دفاع کے، اس کے جان و ایمان کو یونہی پھلتا پھولتا چھوڑ دیں گے تو اسے اپنے ذہن سے یہ واہمہ کھرچ دینا چاہیے:

﴿اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَ لَنْ تُفْلِحُوْا اِذًا اَبَدًا﴾ (الکهف: ۲۰)

''اگر وہ تم پر دسترس پا لیں تو تمھیں سنگسار کر دیں گے یا پھر اپنے مذہب میں داخل کر لیں گے، اور اُس وقت تم کبھی فلاح نہیں پاؤ گے''۔

جہاں پوری دنیا میں غاصب امریکی صلیبیوں اور ان کے حواریوں کو گھیرنا، پکڑنا، مارنا آج صلیبی جنگ کا فیصلہ چکانے کے لیے ناگزیر ہے، وہیں یہ بات بھی اتنی ہی اہم ہے کہ اس ذیل میں کی جانے والی کسی بھی کارروائی اور اس کے حدود و قیود سے متعلق علمائے جہاد سے فتویٰ لینا، مجاہدین کے اہل حل و عقد سے رہنمائی لینا اور جہاد کے مصالح و مفاسد کو پیشِ نظر رکھنا، ہر مجاہد اور ہر جہادی مجموعے کی شرعی ذمہ داری ہے۔

کفار کے مقابلے میں مسلمانوں کی پست ہمّتی اور مرعوبیت کے اسباب اور ان کا علاج

قاری عبد الہادی

وَھَنْ، بزدلی، پست ہمتی اور کفر سے مرعوبیت جیسے امراض آج امت میں تیزی سے پھیل رہے اور مسلمانوں کے عمومی اخلاق اور رویوں میں ان کے مہلک اثرات صاف نظر آ رہے ہیں۔ آخر کیا وجہ ہے کہ مسلمان، جن کی نمایاں صفت شجاعت و جرأت تھی، آج اس قیمتی دولت سے محروم ہوتے جا رہے ہیں؟ ہماری یہ شجاعت ہم سے چھن جانے اور دلوں میں وَھَنْ گھس آنے میں چند بنیادی اسباب کارفرما ہیں، جن کا مختصراً جائزہ ان شاء اللہ آئندہ سطور میں لیا جائے گا:

پہلا سبب: دلوں سے اللہ عز وجل کی قوت، قدرت اور عظمت کی معرفت نکل گئی

ہماری شجاعت ہم سے چھن جانے کا سب سے بنیادی سبب اللہ عز وجل کی قوت، قدرت اور عظمت کو نہ پہچاننا ہے۔ درحقیقت اس سارے مسئلے کی جڑ یہی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیْز ﴾ (الحج: ۷۴)

''انھوں نے اللہ کی ویسی قدر کی ہی نہیں جیسا کہ کرنی چاہیے تھی۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ قوی اور غالب ہے''۔

ایک اور مقام پر یوں ارشاد ہے کہ:

﴿ وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَ السَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ

بِیَمِیۡنِہٖ سُبۡحٰنَہٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ﴾ (الزمر:٦٧)

''انھوں نے اللہ کی ویسی قدر کی ہی نہیں جیسا کہ کرنی چاہیئے تھی۔ اور قیامت کے دن تمام زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوں گے۔ پاک ہے وہ اور بلند و برتر ہے اس شرک سے جو یہ لوگ اس کے ساتھ کرتے ہیں''۔

جس ربّ کی عظمت وقوت قیامت کے دن یوں ظاہر ہوگی کہ زمین وآسمان اس کی مٹھی اور ہاتھ میں ہوں گے، اگر دنیا میں بھی ہمیں اس کی معرفت صحیح معنوں میں حاصل ہو جائے اور اس کی عظمت حقیقتاً ہمارے دلوں میں اتر جائے تو ہمارے وَھَن کا علاج خود بخود ہو جائے گا۔ یہ ممکن نہیں کہ ایک ہی قلب میں اللہ کے کماحقہٗ خوف کے ساتھ اللہ کے دشمنوں کا خوف بھی جمع ہو جائے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہمارے اس ڈر کا علاج بار بار اپنی ذات سے ڈرا کر کیا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَ لَا تُقَاتِلُوۡنَ قَوۡمًا نَّکَثُوۡۤا اَیۡمَانَھُمۡ وَھَمُّوۡا بِاِخۡرَاجِ الرَّسُوۡلِ وَ ھُمۡ بَدَءُوۡکُمۡ اَوَّلَ مَرَّۃٍ اَتَخۡشَوۡنَھُمۡ فَاللّٰہُ اَحَقُّ اَنۡ تَخۡشَوۡہُ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ﴾ (التوبۃ: ۱۳)

''کیا تم ایسے لوگوں سے نہیں لڑو گے جنھوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور پیغمبر کو جلاوطن کرنے کا عزمِ مصمم کر لیا اور خود انھوں نے ہی پہلی بار تمھیں چھیڑا؟ کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ تو اللہ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم واقعی مومن ہو''۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

﴿ اَلۡیَوۡمَ یَئِسَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ دِیۡنِکُمۡ فَلَا تَخۡشَوۡھُمۡ وَاخۡشَوۡنِ ......﴾ (المآئدۃ: ۳)

''آج کفار تمھارے دین سے ناامید ہو گئے ہیں، پس تم ان سے مت ڈرنا اور مجھ ہی سے ڈرتے رہنا......''

نیز فرمایا کہ:

﴿ فَلَا تَخۡشَوُا النَّاسَ وَاخۡشَوۡنِ وَ لَا تَشۡتَرُوۡا بِاٰیٰتِیۡ ثَمَنًا قَلِیۡلًا وَمَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡکٰفِرُوۡنَ﴾ (المآئدۃ: ۴۴)

''پس تم لوگوں سے مت ڈرنا اور مجھ ہی سے ڈرتے رہنا اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی سی قیمت مت لینا۔ اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں''۔

پھر ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے اس راز پر سے بھی پردہ اٹھا دیا کہ اہلِ ایمان کو کافروں سے ڈرا کر رکھنے کی مہم کا اصل سرغنہ کون ہے؟ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّمَا ذٰلِکُمُ الشَّیۡطٰنُ یُخَوِّفُ اَوۡلِیَآئَہٗ فَلَا تَخَافُوۡہُمۡ وَ خَافُوۡنِ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ﴾ (آلِ عمران: ۱۷۵)

''یہ تو دراصل شیطان ہے جو تمھیں اپنے ساتھیوں سے ڈراتا ہے، پس تم ان سے مت ڈرنا اور مجھ ہی سے ڈرتے رہنا اگر تم واقعی مومن ہو''۔

پس جو لوگ اپنے قول، فعل یا تحریر سے (امریکہ کو سپر پاور کہہ کر) مسلمانوں کو کافروں سے مرعوب کرنے کی عالمی ابلاغی مہم میں شعوراً یا لاشعوراً حصہ ڈال رہے ہیں وہ خود ہی غور کر لیں کہ وہ کس کے جھنڈے تلے کھڑے ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے زمین میں تمکین کا وعدہ بھی انھی لوگوں سے کر رکھا ہے جو تنہا اللہ سے ڈرتے ہوں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ قَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لِرُسُلِہِمۡ لَنُخۡرِجَنَّکُمۡ مِّنۡ اَرۡضِنَاۤ اَوۡ لَتَعُوۡدُنَّ فِیۡ مِلَّتِنَا فَاَوۡحٰۤی اِلَیۡہِمۡ رَبُّہُمۡ لَنُہۡلِکَنَّ الظّٰلِمِیۡنَ ۝ وَ لَنُسۡکِنَنَّکُمُ الۡاَرۡضَ مِنۡۢ بَعۡدِہِمۡ ذٰلِکَ لِمَنۡ خَافَ مَقَامِیۡ وَ خَافَ وَعِیۡدِ ﴾ (إبراھیم: ۱۳،۱۴)

''اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ یا تو ہم تمھیں اپنے علاقے سے نکال دیں گے اور یا تم ہمارے دین میں واپس لوٹ آؤ، تو ان کے ربّ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ ہم ان ظالموں کو ہی غارت کر دیں گے۔ اور ان کے بعد ہم خود تمھیں اس زمین میں بسائیں گے۔ یہ (بشارت) ان لوگوں کے لیے ہے جو میرے سامنے کھڑے ہونے کا ڈر رکھیں اور میری وعید سے خوفزدہ رہیں''۔

جب اللہ تعالیٰ پر ایمان انسان کے دل میں راسخ ہو جائے اور خوفِ الٰہی دل میں جڑ پکڑ لے تو انسان کی ہر بات سے ایمانی جرأت وشجاعت ٹپکنے لگتی ہے۔ قرآن ایسی ہی کچھ مثالیں ہمارے سامنے بطور نمونہ رکھتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس کوئی لشکر نہ تھے، کوئی مادی قوت بھی نہ تھی لیکن آپ اللہ پر توکل کرتے ہوئے اپنی قوم سے ایسی گفتگو فرماتے ہیں جس کا لفظ لفظ آپ کے قلبِ مبارک میں پیوست حبِ الٰہی اور خوفِ الٰہی پر دلالت کرتا ہے:

﴿ وَ حَآجَّہٗ قَوۡمُہٗ قَالَ اَتُحَآجُّوۡٓنِّیۡ فِی اللّٰہِ وَ قَدۡ ہَدٰىنِ وَ لَاۤ اَخَافُ مَا تُشۡرِکُوۡنَ بِہٖۤ اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ رَبِّیۡ شَیۡئًا وَسِعَ رَبِّیۡ کُلَّ شَیۡءٍ عِلۡمًا اَفَلَا تَتَذَکَّرُوۡنَ ۝ وَ کَیۡفَ اَخَافُ مَاۤ اَشۡرَکۡتُمۡ وَ لَا تَخَافُوۡنَ اَنَّکُمۡ اَشۡرَکۡتُمۡ بِاللّٰہِ مَا لَمۡ یُنَزِّلۡ بِہٖ عَلَیۡکُمۡ سُلۡطٰنًا فَاَیُّ الۡفَرِیۡقَیۡنِ اَحَقُّ بِالۡاَمۡنِ

اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ٥ اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ لَمۡ يَلۡبِسُوۡۤا اِيۡمَانَهُمۡ بِظُلۡمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الۡاَمۡنُ وَ هُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ ﴾ (الأنعام :٨٠۔٨٢)

''اور آپؑ کی قوم آپؑ سے جھگڑنے لگی۔ آپؑ نے فرمایا: کیا تم مجھ سے اللہ کے معاملے میں جھگڑتے ہو جب کہ وہ مجھے ہدایت دے چکا ہے۔ اور میں ان سے نہیں ڈرتا جنھیں تم نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا ہے، ہاں لیکن اگر میرا پروردگار ہی کوئی امر چاہے۔ میرا پروردگار ہر چیز کو اپنے علم سے گھیرے ہوئے ہے۔ کیا تم سوچتے نہیں؟ اور میں ان سے کیسے ڈروں جنھیں تم نے شریک ٹھہرایا ہے حالانکہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کے ساتھ ایسوں کو شریک ٹھہرایا ہے جن کی اللہ نے تم پر کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ سو ان دونوں گروہوں میں سے امن کا زیادہ مستحق کون ہے، اگر تم جانتے ہو؟ جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو شرک سے آلودہ نہ کیا، انھی کے لیے امن ہے اور وہی راہِ ہدایت پر ہیں''۔

ایک اور موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام مشرکین کو یہ دھمکی دیتے ہیں کہ:

﴿ وَ تَاللّٰهِ لَاَكِيۡدَنَّ اَصۡنَامَكُمۡ بَعۡدَ اَنۡ تُوَلُّوۡا مُدۡبِرِيۡنَ ﴾ (الأنبياء: ٥٧)

''اور اللہ کی قسم! میں ضرور تمھارے ان بتوں کی گت بناؤں گا جب تم چلے جاؤ گے''۔

پھر آپ عملاً بھی ان کے بت توڑ ڈالتے ہیں:

﴿ فَجَعَلَهُمۡ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيۡرًا لَّهُمۡ لَعَلَّهُمۡ اِلَيۡهِ يَرۡجِعُوۡنَ ﴾ (الأنبياء: ٥٨)

''پھر آپ نے انھیں ٹکڑے ٹکڑے کر بھی ڈالا سوائے ان کے بڑے (بت) کے تاکہ وہ اسی کی طرف رجوع کریں''۔

پھر جب آپ کو اس ''جرم'' کی پاداش میں قوم کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو آپ وہاں بھی ایسی ہی بے خوفی سے حق بات کہہ ڈالتے ہیں:

﴿ قَالَ اَفَتَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنۡفَعُكُمۡ شَيۡئًا وَّ لَا يَضُرُّكُمۡ ٥ اُفٍّ لَّكُمۡ وَ لِمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴾ (الأنبياء: ٦٦،٦٧)

''آپ نے کہا: تو کیا تم اللہ کے سوا ایسوں کو پوجتے ہو جو تمھیں نہ کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ کوئی نقصان؟ تُف ہے تم پر بھی اور ان پر بھی جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو۔ کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے؟''

اسی طرح قرآن ہمارے سامنے ان جادوگروں کا قصہ بیان کرتا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر حق پہچان گئے اور فرعون کی موجودگی کی پروا کیے بغیر بلا تاخیر اپنے ایمان کا اظہار کر ڈالا۔ ان

جادوگروں نے کوئی لمبی چوڑی دینی تربیت نہیں لی تھی، نہ ہی کسی نے انھیں عزیمت و رخصت کے فرق سمجھائے تھے...... یہ تو بس ''ایمان'' تھا جو ان کے دلوں میں اترا ہی تھا کہ ان کی زبان و عمل سے ایسی ایمانی جرأت کا اظہار شروع ہو گیا جس کا تصور کرنا بھی شاید ہمارے لیے آج مشکل ہے۔

﴿ فَاُلْقِیَ السَّحَرَۃُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ ھٰرُوْنَ وَ مُوْسٰی o قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ وَ لَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّ اَبْقٰی o قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰی مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَ الَّذِیْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا o اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَ مَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰی ﴾ (طٰهٰ: ۷۰۔۷۳)

''پس تمام جادوگر سجدے میں گر گئے اور بولے کہ ہم ایمان لاتے ہیں ہارون و موسیٰ (علیہما السلام) کے رب پر۔ فرعون بولا کہ تم اس پر ایمان لے آئے اس سے قبل کہ میں تمھیں اجازت دیتا! یقیناً یہی تمھارا وہ بڑا ہے جس نے تم سب کو جادو سکھایا ہے۔ سن لو! میں تمھارے ہاتھ پاؤں الٹے سیدھے کٹوا کر تم سب کو کھجور کے تنوں پر سولی چڑھوا دوں گا۔ اس وقت تمھیں پوری طرح معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کس کا عذاب زیادہ سخت اور دیرپا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ناممکن ہے کہ ہم تجھے ترجیح دیں ان دلیلوں پر جو ہمارے سامنے آ چکی ہیں اور اس اللہ پر جس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ پس تو نے جو کچھ کرنا ہے کر گزر، تُو تو فقط اسی دنیا کی زندگی ہی میں کچھ کر سکتا ہے۔ ہم اس امید سے اپنے پروردگار پر ایمان لائے ہیں کہ وہ ہماری خطائیں معاف کر دے گا اور اسے بھی (معاف کر دے گا) جو تُو نے ہم سے زبردستی جادو کرایا۔ اور اللہ ہی بہتر اور باقی رہنے والا ہے''۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی اپنی قوم سے گفتگو قرآن میں نقل کی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ بھی مٹھی بھر اہلِ ایمان تھے، اتنے کہ جو بس ایک کشتی میں پورے آ جائیں۔ لیکن آپ اس قلتِ تعداد کی پروا کیے بغیر جس بے خوفی کے ساتھ اپنی قوم سے مخاطب ہو کر انھیں للکارتے ہیں وہ بلاشبہ حیرت انگیز ہے:

﴿ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِیْ وَ تَذْكِيْرِیْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَی اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَ شُرَكَآئَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ

اقْضُوْآ اِلَیَّ وَ لَا تُنْظِرُوْنِ﴾ (یونس:۷۱)

’’اور آپؐ ان کو نوح کا قصہ پڑھ کر سنایئے، جب کہ انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! اگر تم کو میرا تمھارے درمیان رہنا اور احکامِ الٰہی کی نصیحت کرنا بھاری معلوم ہوتا ہے تو میں تو اللہ ہی پر بھروسہ رکھتا ہوں۔ پس تم اپنی تدبیر پختہ کرلو اور اپنے شرکاء کو بھی جمع کر لو، پھر تمھیں اپنے کام میں کوئی شبہہ بھی نہ رہے، پھر میرے ساتھ کر گزرو (جو تم نے کرنا ہے) اور مجھے ذرا سی بھی مہلت نہ دو‘‘۔

اسی طرح حضرت ھود علیہ السلام کی گفتگو بھی قرآن ہمارے سامنے رکھتا ہے:

﴿قَالَ اِنِّیْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَ اشْهَدُوْآ اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ o مِنْ دُوْنِهٖ فَكِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ o اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّیْ وَ رَبِّكُمْ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَاٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾ (هود:۵۴-۵۶)

’’آپؑ بولے کہ میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہنا کہ میں اللہ کے سوا ان سب سے بَری ہوں جنھیں تم اس کا شریک بناتے ہو۔ پس تم سب مل کر میرے خلاف جو تدبیر کرنا چاہو کرلو اور مجھے ذرا مہلت نہ دو۔ میرا بھروسہ تو صرف اللہ پر ہے جو میرا اور تم سب کا پروردگار ہے۔ جتنے بھی (زمین پر) چلنے پھرنے والے ہیں ان سب کی چوٹی وہی تھامے ہوئے ہے۔ بلاشبہ میرا ربّ سیدھی راہ پر ہے‘‘۔

اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ اپنی قوم سے یوں ہی مخاطب ہونے کا حکم دیتے ہیں:

﴿......قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآئَكُمْ ثُمَّ كِیْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ o اِنَّ وَلِیِّیَ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَ هُوَ یَتَوَلَّى الصّٰلِحِیْنَ o وَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَ لَآ اَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُوْنَ﴾ (الأعراف: ۱۹۵-۱۹۷)

’’آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجیے کہ تم اپنے سب شرکاء کو بلا لو، پھر مجھے ضرر پہنچانے کی تدبیر کرو اور مجھے ذرا مہلت نہ دو۔ یقیناً میرا مددگار اللہ تعالیٰ ہے جس نے یہ کتاب نازل فرمائی اور وہ صالحین کی مدد فرماتا ہے۔ اور تم اللہ کو چھوڑ کر جن لوگوں کی عبادت کرتے ہو وہ تمھاری کچھ مدد نہیں کر سکتے اور نہ ہی وہ خود اپنی مدد کر سکتے ہیں‘‘۔

الغرض جب سینے میں ایمان یوں جم جائے اور غیر اللہ کا خوف دل سے نکل جائے تو پھر ایک مومن بے سروسامان ہوتے ہوئے بھی بڑے بڑے لشکروں سے زیادہ قوی، اور عظیم الشان سلطنتوں سے زیادہ طاقت ور ہو جاتا ہے۔ نتیجتاً، مومن کی بے سروسامانی کے باوجود کافر اپنے مضبوط قلعوں اور اپنے حامیوں کے مجمعوں میں

بیٹھ کر بھی اس سے ڈرنے لگتا ہے۔قرآن اس ایمانی رعب کی مثالیں ہمارے سامنے رکھتا ہے:

﴿ وَ قَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِیْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰی وَ لْیَدْعُ رَبَّهٗ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّبَدِّلَ دِیْنَكُمْ اَوْ اَنْ یُّظْهِرَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴾ (مؤمن: ٢٦)

''اور فرعون بولا کہ مجھے چھوڑ و کہ میں موسیٰ کو قتل کر ڈالوں اور وہ بلا لے اپنے پروردگار کو۔ میں تو ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ تمھارا دین نہ بدل ڈالے یا زمین میں کوئی بہت بڑا افساد نہ برپا کر دے''۔

﴿ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ o یُّرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴾ (الأعراف:١٠٩،١١٠)

''قومِ فرعون میں جو سردار تھے وہ کہنے لگے کہ یہ واقعی بڑا ماہر جادوگر ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ تمھیں تمھاری زمین سے نکال باہر کرے، پس تم لوگ کیا مشورہ دیتے ہو؟''

ان آیات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ٹھیک ٹھیک ایمان لانے اور اس کی توحید اور عظمت کی معرفت کو دل میں بٹھانے کے نتیجے میں مومن شجاع اور جری ہو جاتا ہے، اور کافر اس سے ڈرنے اور خوف کھانے لگتے ہیں۔

آج ہماری بزدلی سمیت تمام دیگر مسائلِ قلب و بدن، اور مسائلِ دین و دنیا کی اصل جڑ یہی ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی قدر ویسی نہ کی جیسا کہ اس کا حق بنتا تھا۔آج بھی اگر ہمیں یہ یقین حاصل ہو جائے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے، **فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْد** ہے اور اس کی قوتِ قاہرہ کے سامنے امریکہ و چین، برطانیہ و فرانس، بلکہ کُل عالمِ کفر کی مجموعی طاقت مچھر کے پر کے برابر وقعت بھی نہیں رکھتی، اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو یہ برق رفتار جنگی طیّارے، یہ ہزاروں ٹن وزنی بحری بیڑے، یہ خلا میں گردش کرتے مواصلاتی سیارے، یہ ایٹم بموں کے ڈھیر، یہ ''ڈیزی کٹر'' اور ''ٹام ہاک میزائیل''، یہ منظّم افواج، یہ بڑی بڑی پُر شکوہ سلطنتیں، یہ سب لمحہ بھر بھی اس کے ایک قولِ ''کُنْ'' کے سامنے نہ ٹِک سکیں،...... تو بلاشبہ ایسے ہی ایمان پر اللہ کی نصرتوں کے وعدے ہیں اور آج بھی اللہ اپنی وہ سنت دہرا سکتے ہیں جس کا تذکرہ قومِ موسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے قرآن میں آتا ہے کہ:

﴿ وَ نُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّ نَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِیْنَ o وَ نُمَكِّنَ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَ نُرِیَ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ جُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَحْذَرُوْنَ ﴾ (القصص: ٥،٦)

''اور ہم چاہتے ہیں کہ ان لوگوں پر احسان فرمائیں جنھیں زمین میں بے حد کمزور کر دیا گیا اور انھی کو امام بنا

دیں اور انھی کو زمین کا وارث کر دیں۔اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو ان (کمزوروں) کے ہاتھوں وہ کچھ دکھا دیں جس سے وہ ڈرتے ہیں''۔

دوسرا سبب: ہم نظامِ کفر کو نا قابلِ شکست سمجھ بیٹھے

کفار اور ان کے آلہء کار صحافی ،ادیب اور مصنفین اپنے نشریاتی ادارے، اخبارات و رسائل اور تمام تر ذرائع ابلاغ استعمال کرتے ہوئے یہ ایک نکتہ ہمارے ذہنوں میں راسخ کرنا چاہتے ہیں کہ:

''ہم بہت طاقت ور اور نا قابلِ شکست ہیں لہٰذا ہم سے ٹکر لینے کا سوچنا بھی مت''۔

اسی ایک نکتے کو ذہنوں میں بٹھانے کے لئے طرح طرح کی فلمیں بنائی جاتی ہیں، کتابیں تصنیف کی جاتی ہیں اور اخبارات و رسائل میں تبصرے و تجزیے اور ڈرامائی خبریں چھاپی جاتی ہیں۔کفر کی یہ تبلیغ ہر سمت سے مسلسل جاری رہتی ہے یہاں تک کہ یہ بات ہمارے شعور و لاشعور میں یوں نقش ہو جاتی ہے کہ ہمارے ہر عمل میں کفر سے مرعوبیت جھلکنے لگتی ہے اور بالآخر ہم بھی لشکرِ طالوتؑ کی طرح بول اٹھتے ہیں کہ ''لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ''.

کفر کی یہ نشریاتی و نفسیاتی جنگ مسلح جنگ سے زیادہ خطرناک ثابت ہوتی ہے کیونکہ اس جنگ میں شکست کھانے والے لوگ سرے سے میدان میں آتے ہی نہیں کہ کفر کے لئے کسی تکلیف کا باعث بنیں۔میدان میں اترنے سے پہلے ہی مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو کفر، اپنے سے خوف زدہ اور مرعوب کر کے مقابلے سے بھگا دیتا ہے۔ پیچھے چند سر فروش دیوانے اور ان کی نصرت و تائید کرنے والے مومنینِ صادقین ہی باقی بچ جاتے ہیں جو اپنی ایمانی بصیرت سے کفر کی حقیقت کو پہچانتے ہیں اور اپنے جان و مال قربان کر کے ان جھوٹے خداؤں کا ضعف دنیا والوں پر آشکارا کرتے ہیں اور عصرِ حاضر کے ان بتوں کو پاش پاش کرتے ہیں۔

کفار کا وہ ''نظام'' جس کے بہت سے دلدادہ ہمیں اپنے معاشروں میں مل جاتے ہیں، اس کی قلعی تو گیارہ ستمبر کو نیو یارک اور واشنگٹن پر حملہ کرنے والے انیس شہیدی جوانوں نے کھول کر رکھ دی۔امریکہ کی ساری حفاظتی تدابیر، حساس ادارے، فوجی قوت، جدید ترین ''ٹیکنالوجی''...... کچھ بھی اس کے کام نہ آئی اور اسی کی سرزمین پر موجود ۱۹ مومن نوجوان، اسی کے ہوائی اڈوں سے جہازوں میں سوار ہوئے اور اسی کے چار جہاز اغواء کر کے اس کی جھوٹی شوکت کی علامتیں پاش پاش کر ڈالیں۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو لندن اور میڈرڈ پر بھی ایسے ہی حملوں کی توفیق دی اور اس کے بعد بھی کچھ کچھ وقفوں سے ایسے حملوں کا سلسلہ جاری

ہے۔ بلاشبہ ان شہداء نے اپنے لہو سے ان سب لوگوں پر حجت تمام کر دی ہے جو کفار کی ابلاغی مہم سے مرعوب ہو کر گھروں میں بیٹھ گئے ہیں۔ لیکن افسوس! کہ اب تک مسلمانوں میں ایسے مرعوب اذہان موجود ہیں جو گیارہ ستمبر کے مبارک حملوں سے سبق حاصل کر کے، اپنے مہمل تصورات اور غلط فہمیوں کو دور کرنے کے بجائے، گیارہ ستمبر کے چھے سال بعد بھی یہ معمہ نہیں حل کر پائے کہ: ''یہ حملے کس نے کئے ہیں؟''...... کیونکہ ان کے بقول: ''امریکہ کو اس کی اپنی سرزمین پر، اس انداز سے مارنا تو مسلمانوں کے بس کی بات ہی نہیں''۔

اس مرعوبیت کا علاج اسی طور ممکن ہے کہ:

اوّلا؛ کفار کی دی ہوئی خبروں پر اعتماد نہ کیا جائے

کفار کی دی ہوئی خبروں پر اعتماد نہ کیا جائے، اور ان کی اس باطل تبلیغ سے متاثر نہ ہوا جائے۔ بالخصوص وہ اپنی طاقت وقوت، اپنی عسکری کامیابیوں اور مجاہدین کی ناکامیوں کے حوالے سے جو خبریں دیتے ہیں انھیں قطعاً قابلِ توجہ نہ سمجھا جائے، نہ ہی ان خبروں کو آگے نقل کیا جائے۔ اس مسئلے میں شریعت کے احکامات بڑے واضح ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا...... ﴾ (الحجرات: ٦)

''اے ایمان والو! اگر تمھارے پاس کوئی فاسق (بے اعتبار شخص) کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کر لو''۔

اگر شریعتِ مطہّرہ کسی فاسق کی خبر پر اعتماد کرنے کی اجازت نہیں دیتی تو مسلمانوں سے برسرِ جنگ کفار و مشرکین کی دی ہوئی خبروں پر اندھے اعتماد کی اجازت بھلا کیسے ہو سکتی ہے؟ بالخصوص جب یہ بات بھی ہر خاص و عام پر عیاں ہو کہ عالمی ذرائع ابلاغ پر اصل قبضہ ہمارے ازلی و ابدی دشمنوں یہود و نصاریٰ کا ہے، تو بھلا ایسے میں کسی انسان کی عقل یہ تسلیم کر سکتی ہے کہ ہمیں ان کی خبروں پر کان دھرنے چاہئیں؟ اور یہ امر تو اور بھی زیادہ خطرناک ہے کہ ان خبروں کو یوں آگے نقل کیا جائے گویا یہ یہود و نصاریٰ یا ان کے چیلوں کی دی ہوئی اطلاعات نہیں، بلکہ مصدقہ حقیقتیں ہیں۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں ایک باب باندھا ہے جس کا عنوان ہے:

''النهي عن الحديث بكل ما سمع''

''اس بات کی ممانعت کا بیان کہ انسان جو کچھ بھی سنے اسے آگے نقل کر ڈالے''۔

اس باب کے ذیل میں آپؒ یہ حدیث نقل کرتے ہیں :

''کَفٰی بِالْمَرْءِ کَذِبًا اَنْ یُّحَدِّثَ بِکُلِّ مَا سَمِعَ''

''کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی بات کافی ہے کہ وہ جو بات بھی سنے اسے آگے نقل کرنا شروع کر دے''۔

پس ہم پر لازم ہے کہ نہ تو ہم ان خبروں پر اعتماد کریں، نہ ہی انھیں آگے نقل کر کے مسلمانوں میں کم ہمتی، انتشار اور فتنہ پھیلانے کا باعث بنیں۔

ثانیاً؛ کفار کے ذرائع ابلاغ سے نشر ہونے والے تبصروں اور تجزیوں کو سنا تک نہ جائے

عامۃ المسلمین کے لئے یہ بات بھی اہم ہے کہ کفار کے ذرائع ابلاغ سے نشر ہونے والے تبصروں اور تجزیوں کو سنا تک نہ جائے۔ اور اس بے مقصد کام میں لگ کر اپنے وقت کو برباد نہ کیا جائے، نہ ہی اپنے ایمان کو خطرے میں ڈالا جائے۔ الّا یہ کہ کوئی راسخ العقیدہ اور احکامِ شریعت سے بخوبی واقف شخص کفار کی چالوں کا توڑ کرنے کے لیے اور ان کی سازشوں پر نگاہ رکھنے کے لیے شریعت کے مقرر کردہ دائروں میں رہتے ہوئے ایسا مواد پڑھے، سنے یا دیکھے یا مجاہدین کے اہلِ حل وعقد یہ کام کریں۔ لیکن جہاں تک عامۃ المسلمین کا تعلق ہے، یا شریعت کے احکامات اور اسلامی عقائد سے بے خبر لوگوں کا (خواہ وہ دنیاوی علوم وفنون میں بڑی بڑی اسناد کے حامل ہی کیوں نہ ہوں) تو ایسے لوگوں کو محض معلومات میں اضافے یا تفریحِ طبع کے لیے:

الف) بی بی سی ریڈیو اور بی بی سی ٹی وی، سی این این، وائس آف امریکا، فوکس نیوز اور دیگر عالمی کفری ابلاغی اداروں کی نشریات دیکھنے، سننے سے کامل اجتناب کرنا چاہیئے۔ ان اداروں کی نشریات سننے، دیکھنے اور پڑھنے میں اگر کچھ فوائد ہیں تو اس سے بدرجہا زیادہ نقصانات بھی ہیں، مثلاً؛ بدنظری (غضِ بصر کی خلاف ورزی)، حرمتِ موسیقی کی پامالی، اخلاقی بگاڑ اور سب سے بڑھ کر کفار کے جھوٹے پروپیگنڈے کا شکار ہونا۔

مشہور متفق علیہ فقہی قاعدہ ہے کہ:

''درء المفسدة أولیٰ من جلب المصلحة''

''(کسی کام میں موجود) خرابی سے بچنا (اس میں پائے جانے والے) فائدے کو پانے سے زیادہ اولیٰ اور اہم ہے''۔

(رد المختار: باب إدراک الفريضة، الجزء الخامس / الدر المختار شرح تنوير

الأبصار: باب إدراک الفریضة، الجزء الثاني)

یعنی اگر کوئی کام کرنے میں فائدہ بھی موجود ہو اور خرابی بھی، تو فائدہ پانے کے لیے خرابی کو برداشت نہیں کیا جائے گا، بلکہ خرابی سے بچنے کی خاطر فائدے کو بھی چھوڑ دیا جائے گا۔ پس شرعاً ایسے کام کو چھوڑ دینا لازم ہے جس کے فوائد کے ساتھ اس کے مفاسد بھی موجود ہوں، اور جس میں لامحالہ اللہ کی مقرر کردہ متعدد حدود ٹوٹتی ہوں۔

اس ابلاغی مہم سے اپنا دامن بچانے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود و نصاریٰ سے باتیں معلوم کرنے سے صراحتاً منع فرمایا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس عنوان سے ایک مستقل باب باندھا ہے کہ:

''باب: قول النبی صلی اللّٰہ علیہ و سلم لا تسألوا أھل الکتاب عن شيء''

''باب اس بیان میں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہلِ کتاب سے کسی بات کے بارے مت پوچھو''۔

اور اسی باب کی ایک حدیث ہمیں یہ عمومی قاعدہ بھی دیتی ہے کہ:

''لا تصدقوا أھل الکتاب ولا تکذبوھم......''

''اہلِ کتاب کی باتوں کی نہ تو تصدیق کرو اور نہ ہی تکذیب......''

اور ان کی باتوں پر عدم اعتماد کے اسباب بھی اسی حدیث کی کچھ دیگر روایات سے واضح ہو جاتے ہیں کہ:

''......فإنھم لن یھدوکم و قد ضلوا......''

''...... کیونکہ وہ ہرگز تمھاری رہنمائی نہیں کر سکتے جب کہ وہ خود گمراہ ہو چکے ہیں......'' (**تفسیر ابنِ کثیر: سورۃ آلِ عمران، آیة ۸۱. بیھقي: باب لا تسمع دلالة المشرک إذا کان أعمی أو غیر بصیر بالقبلة**)

اسی طرح ایک اور روایت میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا یہ قول وارد ہوا ہے کہ:

''......و قد أخبرکم اللّٰہ عن أھل الکتاب أنھم کتبوا بأیدیھم کتبا ثم قالوا ھذا من عند اللّٰہ لیشتروا بہ ثمنا قلیلا فبدلوھا وحرفوھا عن مواضعھا......''

(مصنف عبدالرزاق: باب مسئلة أھل الکتاب)

''......(تم اہلِ کتاب سے کیونکر باتیں پوچھتے ہو) حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں اہلِ کتاب کے بارے

میں یہ بتا دیا ہے کہ انھوں نے اپنے ہاتھوں سے کتابیں لکھیں اور پھر کہنے لگے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہیں تا کہ اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت وصول کر سکیں، پھر انھوں نے ان کتابوں کو بھی بدل ڈالا اور ان کے الفاظ کو ان کے اصل مفہوم سے پھیر دیا......''

بلاشبہ ان روایات کا اصل موضوع تو دینی امور میں اہلِ کتاب کی باتوں پر اعتماد کرنے کی ممانعت بیان کرنا ہے، لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ جو لوگ دینی معاملات میں صریح جھوٹ بولنے سے نہیں چوکتے اور خود کتابیں تصنیف کر کر کے انھیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے کی جرأت تک کر ڈالتے ہیں، تو کیا دیگر معاملات میں ان کی بات پر اعتبار کرنا ممکن ہے؟

ایک اور روایت میں یہ سبب بھی بتلایا گیا ہے کہ:

''......**إما أن تصدقوا بباطل أو تكذبوا بحق**......''

''......(کیونکہ اگر تم ان کی باتیں سنتے رہے تو) یا تو تم کسی باطل بات کی تصدیق کر بیٹھو گے یا کسی حق بات کا انکار کر بیٹھو گے......'' **(مسند احمد: مسند جابر بن عبداللہؓ)**

یعنی اہلِ کتاب جھوٹ سچ کو یوں خلط ملط کر کے بولتے ہیں کہ ان کی باتوں میں سے حق اور باطل کو چھانٹ کر علاحدہ کرنا تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔ اہلِ کتاب کی یہ مکروہ صفت آج بھی نہ صرف برقرار ہے، بلکہ عروج پر ہے۔ ان کے نشریاتی ادارے مسلمانوں کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے بہت سی (نسبتاً بے ضرر) خبریں ٹھیک ٹھیک پیش کر دیتے ہیں، اور جب مسلمان ان کی ہر خبر کو سچ جاننے لگتے ہیں تو وہ کسی انتہائی نازک موقع پر، کسی انتہائی اہم خبر کو یا تو چھپا دیتے ہیں، یا یوں مسخ کر کے پیش کرتے ہیں کہ امت ایک عرصے تک اس جھوٹی خبر سے پھیلنے والے منفی اثرات و نقصانات کی تلافی نہیں کر پاتی۔

افغانستان و عراق کی حالیہ جنگوں میں مجاہدین کو بارہا ایسے تلخ تجربات ہو چکے ہیں جب مشہور عالمی نشریاتی اداروں نے فیصلہ کن مواقع پر جنگ کی صورتِ حال کے حوالے سے جھوٹی خبریں نشر کر کے مجاہدین کی صفوں میں انتشار پھیلایا، ان کی نصرت کرنے والوں کے حوصلے توڑ دیئے اور امت سے جنگ کے اہم حقائق پوشیدہ رکھے۔

پس ان عالمی کفری ذرائع ابلاغ سے نشر ہونے والے تبصروں اور تجزیوں کو پڑھنا، سننا اور دیکھنا خطرے سے خالی نہیں کیونکہ ان کافروں کی باتوں میں سے سچ بات چھانٹ نکالنا بہت ہی مشکل کام ہے اور یہ سب کچھ سننے، پڑھنے یا دیکھنے سے امت کو فوائد کی نسبت نقصانات کہیں زیادہ ہو رہے ہیں۔ امت کی مصلحت اسی میں

ہے کہ فتنوں کے ان دروازوں کو بالکلیہ بند رکھا جائے۔

یہ تو مصالح ومفاسد کے پہلو سے اس مسئلے کے ایک رخ کا جائزہ ہے۔ جہاں تک مکمل حکمِ شریعت کا تعلق ہے، جو کہ کسی بھی معاملے میں ہمارے رویے کی اصل بنیاد ہوتی ہے، تو ٹی وی دیکھنے، ریڈیو سننے اور اخبارات پڑھنے کے حوالے سے علماء کے تفصیلی فتاویٰ موجود ہیں جن کا مطالعہ کر کے، یا علماء سے براہِ راست رجوع کر کے ان امور کا شرعی حکم اور ان کی شرعی حدود وقیود معلوم کرنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

ب) مختلف مقامی نشریاتی اداروں کے شر سے بچنا بھی ہمارے لیے ناگزیر ہے، مثلاً: سرکاری نشریاتی ادارہ پی ٹی وی (جو ہمیشہ طاغوتی حکمرانوں کا پڑھایا ہوا سرکاری سبق ہی سناتا ہے)، اور اسی طرح غیر سرکاری ادارے، مثلاً: اے۔آر۔ وائے، آج ٹی وی اور بالخصوص جیو ٹی وی (جو پاکستان میں بے دینی، بے حیائی، الحاد اور فکری ارتداد کی راہیں ہموار کرنے کے منظّم منصوبے کے تحت کام کر رہا ہے)......ان سب کی نشریات دیکھنے اور ان کی خبروں اور تبصروں کو سننے سے مکمل اجتناب ضروری ہے۔ ایک عام مسلمان کے ذہن میں اپنے دین، بالخصوص جہاد ومجاہدین کے حوالے سے اٹھنے والے نجانے کتنے ہی سوالات اور شبہات ایسے ہیں جن کے ماخذ کا کھوج لگایا جائے تو کڑیاں جا کر انھیں نشریاتی اداروں سے ملتی ہیں، **واللہ المستعان!**

ج) اخبارات ایک عام فرد کی ذہن سازی میں اساسی کردار ادا کرتے ہیں اور عام لوگوں کے لیے تازہ ترین حالات جاننے کا سب سے بڑا ذریعہ بھی یہی ہوتے ہیں۔ اسی لیے اخبار بینی میں جہاں دیگر شرعی حدود کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے وہاں بالخصوص ایسے اخبارات سے خبردار رہنا اور دوسروں کو خبردار کرنا بھی ضروری ہے جو بے دینی والحاد کے علم بردار ہیں اور پاکستان میں کفر کے عالمی ایجنڈوں کی تکمیل کا ذریعہ بن رہے ہیں، مثلاً جنگ، دی نیوز، ایکسپریس، ڈیلی ٹائمز اور ڈان وغیرہ۔ جب کہ دیگر کئی اخبارات بھی اپنے مالکان کے دین وذوق کے زیرِ اثر خیر وشر کو خلط ملط کرتے رہتے ہیں۔

ثالثاً: مجاہدین کے ذرائع پر اعتماد کرتے ہوئے حقائق کی روشنی میں کفار کی قوت وکمزوریوں کو پہچانا جائے۔

جن لوگوں نے میدان میں اتر کر عصرِ حاضر کے طاغوتوں کو للکارا ہے، کفر کے لشکروں سے ٹکر لی ہے اور ان کی جھوٹی شوکت وہیبت کو توڑ کر امت کو مایوسی کے اندھیروں اور غلامی کی زنجیروں سے آزاد کرایا ہے......جنھوں نے امریکہ اور اس کے اتحادیوں سے پنجہ آزمائی کر کے ان کے ''سوپر طاقت'' ہونے کے جھوٹے

دعووں کی قلعی ساری دنیا کے سامنے کھول کر رکھ دی ہے......وہی اس لائق ہیں کہ کفار کی قوت و کمزوریوں کے حوالے سے ان کی باتوں پر اعتماد کیا جائے، جو خبریں وہ دیں انھیں سچا مانا جائے، بجائے اس کے کہ اس بارے میں ایسے لوگوں کی بات پر اعتماد کیا جائے جو میدانِ عمل سے کوسوں دور کسی جمہوری اکھاڑے میں کھڑے ہو کر یا اپنے آرام دہ صوفوں پر بیٹھ کر کفار ہی کی دی ہوئی خبروں کی روشنی میں تبصرے و تجزیے کر کے امت کی غلط رہنمائی کر رہے ہیں۔

شریعت ہمیں یہ تعلیم دیتی ہے کہ کسی بھی معاملے میں فتویٰ دینے کے لیے ایک عالم کے پاس دو چیزوں کا علم ہونا ضروری ہے:

علمِ شرعی، یعنی اس مسئلے سے متعلق شرعی احکام کا علم

علمِ واقع، یعنی خود اس مسئلے (کی حقیقت کا ادراک اور اس) کا علم

اسی لیے امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علمائے سلف نے فرمایا ہے کہ جہاد کے معاملے میں اسی عالم سے رہنمائی لینی چاہیئے ہے جو خود میدانِ جہاد میں موجود ہو، کیونکہ میدان سے دور بیٹھا شخص علمِ واقع نہ ہونے کی وجہ سے کبھی بھی مجاہدین و عوام کی درست رہنمائی نہیں کر سکتا، چاہے وہ کتنے ہی اخلاص سے رائے کیوں نہ دے رہا ہو۔ پس ضرورت اس امر کی ہے کہ جہاد سے متعلق معاملات میں اور بالخصوص کفار کی قوت یا کمزوری کا درست اندازہ لگانے میں مجاہدین کے اہلِ حل و عقد اور میدانِ جہاد میں موجود اہلِ علم کی آراء پر اعتماد کیا جائے اور کسی بھی معاملے میں ذرائع ابلاغ کی نشر کردہ خبروں پر فوری اعتماد کر لینے کے بجائے اس بات کا انتظار کیا جائے کہ مجاہدین کی جانب سے کیا حقائق سامنے آتے ہیں۔ یقیناً کوئی مومن اس معاملے میں دو رائے نہیں رکھ سکتا کہ اگر ایک طرف یہود و نصاریٰ اور ان کے کٹھ پتلیوں کی دی ہوئی خبر ہو اور دوسری طرف کفر کے سامنے ڈٹے ہوئے مہاجرین و مجاہدین یا ان کے انصار کی دی ہوئی اطلاع، تو اسے کس پر اعتماد کرنا چاہیئے؟

تیسرا سبب: ایک عظیم سنتِ الٰہی (كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ) سے ناواقفیت

یہ بات تاریخ کے ایک معمولی طالبِ علم سے بھی پوشیدہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ جب وقت کی نام نہاد ''بڑی طاقتوں'' اور زمانے کے بڑے بڑے جباروں کی تباہی کا فیصلہ کرتے ہیں تو اس کام کے لیے انھیں کوئی عظیم الشان فوجیں میدان میں نہیں لانی پڑتیں بلکہ وہ یہ کام انتہائی کمزور انسانوں یا بعض اوقات جانوروں اور

جمادات سے بھی لے لیتے ہیں۔ سورۂ یٰس میں اللہ تعالیٰ ایک ایسی بستی کی مثال دیتے ہیں جس نے رسولوں کی بات ماننے سے انکار کیا۔ اللہ عزوجل اس بستی کا انجام بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿ وَمَآ اَنۡزَلۡنَا عَلٰى قَوۡمِهٖ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ مِنۡ جُنۡدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ مَا كُنَّا مُنۡزِلِيۡنَ ۝ اِنۡ كَانَتۡ اِلَّا صَيۡحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمۡ خٰمِدُوۡنَ ﴾ (یٰسٓ: ۲۸،۲۹)

''اس کے بعد ہم نے اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہیں اتارا اور نہ ہم اس طرح اتارا کرتے ہیں۔ وہ تو بس ایک زور کی چیخ تھی کہ یکا یک وہ سب بجھ کر رہ گئے''۔

فرعون اور اس کے پورے لشکر کو تباہ کروانے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزاتی عصا ہی کافی ہو گیا، نمرود کو مارنے کے لیے چند مچھر ہی کافی ثابت ہوئے، قارون کو اللہ نے اس کے خزانوں سمیت زمین میں دھنسا دیا، ابرہہ اور اس کے ہاتھیوں کی موت چند کنکری بردار ابابیلوں سے واقع ہو گئی، حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے مٹھی بھر اہلِ ایمان امتیوں کے مقابل کھڑی ہونے والی پوری قوم، آسمان سے برسنے والے پتھروں سے تباہ ہو گئی، کفارِ مکہ کی فوجیں اور روم و فارس کی سلطنتیں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مختصر سی جماعت کے ہاتھوں ہمیشہ کے لیے مٹ گئیں اور نجانے ایسی کتنی ہی دیگر مثالیں بھی انسانی تاریخ میں موجود ہیں۔

ماضی قریب میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی یہ سنت دہرائی اور برطانیہ کی وہ سلطنت جس پر سورج غروب نہ ہوتا تھا، جس کے سامنے دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی فوج نہیں ٹک پاتی تھی، جب اس کے لشکروں نے افغانستان کا رخ کیا تو وہاں کے سادہ لوح، اور بے سروسامان مسلمانوں نے انھیں ایسی عبرت ناک شکست دی کہ پورے برطانوی لشکر میں سے صرف ایک شخص زندہ بچا، (جسے صرف لشکر کے انجام کی اطلاع دینے کے لیے چھوڑا گیا تھا) جب کہ باقی پورا لشکر وہیں فنا کے گھاٹ اتر گیا۔ پھر روس جیسی ناقابلِ تسخیر سمجھے جانے والی سلطنت کی باری آئی جس کے خوف سے پورا یورپ کانپا کرتا تھا۔ اللہ عزوجل نے اسے تباہ کروانے کے لیے بھی افغانستان کے دشت وجبل کا انتخاب کیا اور نیم مسلح مجاہدین نے اس کا تکبر کچھ یوں خاک میں ملایا کہ ''سوویت اتحاد'' دنیا کے نقشے ہی سے مٹ گیا۔ آج پھر ہماری آنکھیں عراق وافغانستان کے میدانوں میں اسی سنتِ الٰہی کا مشاہدہ کر رہی ہیں، جہاں وقت کا طاغوتِ اکبر اپنے تمام تر حامیوں کو لے کر میدان میں اترا مگر چند ہزار بے سروسامان مجاہدین نہ صرف اس کی فتح کے رستے میں رکاوٹ بن گئے بلکہ پوری کفری تہذیب کے بقا وسلامتی داؤ پر لگ گئی اور ان شاء اللہ وہ وقت دور نہیں جب عصرِ حاضر کا یہ بت بھی ٹوٹ کر پاش پاش ہو جائے گا۔

جب کمزوروں کے پاس ایمان کی قوت آجائے اور اللہ کی تائید ونصرت بھی ان کے ہمراہ ہو جائے تو پھر

مادی وسائل کی قلت کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی اسی سنت کو سورۂ بقرہ میں ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ:

﴿...... كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ (البقرۃ: ۲۴۹)

''...... کتنی ہی بار ایسا ہوا ہے کہ ایک تھوڑی سی جماعت اللہ کے حکم سے ایک بڑی جماعت پر غالب آ گئی ہے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے''۔

پس جو شخص بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی اس طے شدہ سنت سے واقف ہو گیا، کیا اس کے لیے ڈرنے، خوف زدہ ہونے اور بزدلی کی راہ اختیار کرنے کی کوئی وجہ ہے؟ لہٰذا اس حقیقت کو نگاہوں کے سامنے جمائے رکھیے تا کہ دلوں میں عزائم کی بلندی اور جرأت پیدا ہو سکے۔

چوتھا سبب: عسکری علوم وفنون سے لاتعلقی اور چھاپہ مار جنگ کے مجرّب انداز سے ناواقفیت

کفر سے ہماری مرعوبیت اور بزدلی کا ایک اور اہم اور عملی سبب یہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد، بالخصوص ہمارے باصلاحیت اور ذہین طبقوں کی اکثریت، عسکری علوم وفنون سے بالکل نابلد ہے۔ اور مجاہدین کے موجودہ اندازِ جنگ بالخصوص چھاپہ مار جنگ کے طریقۂ کار سے کلیتًا ناواقف ہے۔ (جہاں تک مسلم علاقوں کی رسمی افواج کا تعلق ہے تو نہ تو وہ مجاہدینِ فی سبیل اللہ کہلائے جانے کے قابل ہیں نہ ہی وہ امتِ مسلمہ کی نمائندہ افواج ہیں۔ ان کا کفار ہی کی قائم کردہ عسکری اکیڈمیوں میں بیٹھ کر عسکری علوم وفنون سیکھنا امت کے لیے نفع کی بجائے الٹا نقصان کا باعث ہے، کیونکہ وہ جو کچھ سیکھتے ہیں اس کی مشق کے لیے مسلمانوں ہی کو نشانہ بناتے ہیں۔ یہ افواج دراصل مسلم سرزمینوں میں کفر کے منصوبوں کی تکمیل اور اس کے احکامات کی تنفیذ کا سب سے اساسی آلہ ہیں)۔

عموماً یہی دیکھا گیا ہے کہ مجاہدین کے اقدامات پر اعتراضات کرنے والے اور بالخصوص امت کو یہ درس دینے والے کہ ''جب تک ہم مزید سو، دو سو سال پڑھ لکھ کر 'ٹیکنالوجی' میں کفار کے برابر نہیں پہنچ جاتے، ہم ان کا مقابلہ کسی صورت نہیں کر سکتے''...... یہ بالعموم وہی لوگ ہوتے ہیں جنھیں ساری زندگی فی سبیل اللہ ایک گولی بھی چلانے کی توفیق نصیب نہیں ہوتی، نہ ہی انھوں نے کبھی میدانِ قتال میں ایک دن بھی گزارا ہوتا ہے۔ اسی لیے ان کے اعتراضات حقائق سے اتنی عدم مطابقت رکھتے ہیں کہ میدانِ جہاد میں بیٹھے فرد کو ان کی باتیں

انتہائی احمقانہ محسوس ہوتی ہیں۔

اگر یہ لوگ کچھ عرصہ میدانِ جہاد میں گزار لیں اور امریکہ اور صلیبی مغرب (نیٹو) کی فوج کو روزانہ مٹھی بھر مجاہدین کے ہاتھوں مار کھاتے دیکھ لیں تو ان کے سارے اعتراضات بغیر لمبے چوڑے علمی دلائل کے خود ہی رفع ہو جائیں گے اور ان کے دلوں میں کفر سے مرعوبیت اور وَھَن و بزدلی کا شائبہ تک باقی نہ رہے گا۔

یہ بات تو ہر شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ کسی بڑی سے بڑی چیز کی تخریب کے لیے بہت تھوڑی سی قوت درکار ہوتی ہے۔ کفار کی سالوں کی محنت و عرق ریزی اور بے تحاشا وسائل سے تعمیر کردہ ایک دس منزلہ عمارت کو گرانے کے لیے اتنی ہی محنت اور وسائل و ''ٹیکنالوجی'' میں برابری درکار نہیں ہوتی، بلکہ یہ کام محض ایک تربیت یافتہ فرد، تھوڑے سے بارود کے مناسب استعمال کے ذریعے کر سکتا ہے۔ اسی مثال پر چھاپہ مار جنگ کے پورے تصور کو قیاس کیا جا سکتا ہے۔ چھاپہ مار مجاہدین کی تو اصل قوت ہی ان کے افراد اور وسائل کی قلت اور ان کے کاموں کی ''بے ترتیبی'' ہوتی ہے، اسی لیے دشمن کے لیے انھیں ڈھونڈنا اور نشانہ بنانا مشکل ہو جاتا ہے۔

دوسری جانب دشمن کی فوجیں جتنی بڑی ہوتی ہیں، اس کے وسائل جتنے زیادہ ہوتے ہیں خود اسے نشانہ بنانا اتنا ہی آسان ہو جاتا اور اس کے کام جتنے مرتب و منظّم ہوتے ہیں اتنا ہی اس کے اگلے اقدامات کے بارے میں پیشین گوئی کر کے مناسب جوابی تدبیر کرنا سہل بن جاتا ہے۔

بالخصوص چھاپہ مار جنگ کا جو موجودہ انداز دنیا بھر کے مجاہدین نے اختیار کیا ہے اور کفار کے اپنے علاقوں میں گھس کر شہیدی حملے کرنا شروع کیے ہیں، اس نے طاقت کا پورا توازن، الحمدللہ، مجاہدین کے حق میں الٹا دیا ہے۔ کافر آج اس ہتھیار کے سامنے بالکل بے بس کھڑے ہیں اور مجاہدین اپنی قلتِ تعداد اور قلتِ وسائل کے باوجود کفر کے عالمی نظام کے لیے ایک حقیقی خطرہ بن گئے ہیں۔ امریکہ کی شوکت و ہیبت اور اس کی معیشت کی کمر محض انیس شہیدی جوانوں نے توڑ ڈالی اور برطانیہ کا ضعف محض چار شہیدی جوانوں نے ساری دنیا پر عیاں کر دیا، اور بلاشبہ تمام تعریفوں کی مستحق تنہا اللہ ہی کی ذات ہے۔

پس شجاعت سیکھنی ہو تو شجاع لوگوں کے ساتھ ہولیا جائے، عسکری علوم سے واقفیت پیدا کی جائے، اسلحہ چلانا اور جنگ کرنا سیکھا جائے اور ایک بار ہمت کر کے کفر کے بیت العنکبوت پر ہاتھ ڈال دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ خود ہی دلوں کو تقویت بخشیں گے اور اسلاف کی سی شجاعت کے نمونے آج پھر سے دیکھے جا سکیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

خلاصۂ کلام:

اگر ہم اپنی بزدلی، پست ہمتی اور مرعوبیت کے ان چاروں اساسی اسباب کا علاج کرلیں، یعنی:

۱) سب سے اہم بات یہ کہ ہم اللہ کی عظمت وقوت کو پہچانیں، اس کی نصرت اور مدد کے وعدوں کا یقین رکھیں اور خوفِ الٰہی کو یوں دلوں میں جمائیں کہ یہ ہر دوسرے خوف پر غالب آجائے...

۲) کفار کی اس عالمگیر ابلاغی مہم سے مرعوب نہ ہوں جس کا مقصد ہمیں یہ باور کرانا ہے کہ کفر کا نظام ناقابلِ شکست ہے..

۳) اس سنتِ الٰہی کو نگاہوں کے سامنے رکھیں کہ اللہ تعالیٰ بڑی بڑی سلطنتوں اور جابر اقوام کو ہمیشہ کمزوروں کے ہاتھوں پیوندِ خاک کراتے ہیں...

۴) عسکری علوم وفنون، بالخصوص کفار کے مقابلے میں جاری موجودہ چھاپہ مار اندازِ جنگ سے اپنی ناواقفیت دور کرلیں، جس کی بہترین صورت یہ ہے کہ ہم خود میدان جہاد میں اتریں، اور مجاہدین کی صحبت میں زندگی گزاریں، اور خوف وملامت کی پرواکیے بغیر اللہ کے دین کی نصرت کریں...

تو ان شاء اللہ ہماری کھوئی ہوئی شجاعت پھر واپس آسکتی ہے اور ہم ان لوگوں کی صف میں شامل ہونے سے بچ سکتے ہیں جو امت کو بزدلی کا درس دیتے ہیں۔

"اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ الْاَشْیَاءِ اِلَیْنَا وَاجْعَلْ خَشْیَتَکَ اَخْوَفَ الْاَشْیَاءِ عِنْدَنَا"

اے اللہ! اپنی محبت کو ہمارے لیے ہر چیز سے زیادہ محبوب بنادے اور اپنے خوف کو ہر دوسرے خوف سے بڑھ کر ہمارے دلوں میں بٹھادے! (آمین)

لال مسجد پر پرویزی صلیبی لشکر کی یلغار کے خلاف

شیخ ایمن الظواہری کا پیغام

دنیا بھر میں بسنے والے میرے مسلمان بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ............امابعد؛

آج میں آپ سے اس مجرمانہ زیادتی کے حوالے سے بات کرنا چاہتا ہوں، جو پرویز، اس کی فوج، اس کی سکیوریٹی فورسز، جو سب درحقیقت صلیبیوں کے شکاری کتے ہیں، اسلام آباد میں واقع لال مسجد کے خلاف کر رہے ہیں۔ اور ساتھ ہی میں آپ سے اُس گھٹیا اور غلیظ جرم کے حوالے سے بھی بات کرنا چاہتا ہوں جو پاکستان کے عسکری جاسوسی ادارے نے پرویز کے حکم سے مولانا عبدالعزیز کے خلاف کیا جب انھیں ٹی وی کی سکرین پر عورتوں کے لباس میں پیش کیا گیا۔

یہ ایک انتہائی واضح اور صریح پیغام ہے پاکستان کے مسلمانوں اور علمائے پاکستان کے نام، بلکہ تمام عالمِ اسلام کے علماء کے نام۔ یہ ایک ایسا جرم ہے جو یا تو صرف توبہ سے دھل سکتا ہے یا ان مجرموں کے خون سے۔

میں پاکستان کے علماء سے استدعا کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ پرویز کے نزدیک آپ حضرات کی بس یہی وقعت ہے۔ اور یہی وہ حشر ہے جو پرویز کے شکاری کتّوں کی جیلوں میں آپ کا منتظر ہے۔ اور صلیبیوں کے نزدیک بھی آپ حضرات کی بس اتنی ہی اوقات ہے۔ پرویز اور اس کے شکاری کتّوں نے صلیبیوں اور یہودیوں کو خوش کرنے کے لئے آپ کی عزت خاک میں ملا ڈالی ہے۔ بس اگر آپ اب بھی اپنی آبرو کی

حفاظت کی خاطر نہ اُٹھے تو پھر پرویز آپ کا کچھ بھی باقی نہ چھوڑے گا، اوراس وقت تک نہیں رکے گا جب تک پاکستان میں اسلام کو جڑ سے نہ اکھاڑ دے۔

بے شک یہ ذلیل مشرف، جس نے اپنا شرف و دین صلیبیوں اور یہودیوں کے ہاتھوں بیچ ڈالا ہے، آپ کے مقابلے میں زبردست تکبر کا مظاہرہ کر رہا ہے، اور آپ حضرات کے ساتھ بے انتہاء حقارت سے پیش آ رہا ہے، اور ایسا سلوک کر رہا ہے جیسا جانوروں اور کتوں سے کیا جاتا ہے۔ اور یہ اس وقت تک مطمئن نہیں ہوگا جب تک آپ کو رذیل ترین صورت اور انتہائی ذلیل حالت میں پیش نہ کر لے۔

یہ ایک بلیغ پیغام ہے پاکستان میں بسنے والے ہر عالم کے نام، ہر خود دار اور باعزت شخص کے نام، کہ پرویز کے خلاف مزاحمت، اس کے سامنے ڈٹنے، اس سے اسلام پر عمل درآمد کا مطالبہ کرنے اور صلیبیوں و یہودیوں کی غلامی سے باز آنے کا مطالبہ کرنے کی آج یہی قیمت ہے کہ ہر طرح کی بدترین تحقیر و تذلیل کا سامنا کرنا پڑے۔ پس تم سب کا انجام بھی یہی ہوگا، اگر تم خاموش بیٹھے رہے اور دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے رہے۔

پاکستان میں بسنے والے میرے مسلمان بھائیو! تمھارے پاس جہاد کے سوا کوئی راہِ نجات نہیں۔ نہ یہ جعلی انتخابات تمھیں نجات دلائیں گے، نہ ہی یہ سیاستیں اور نہ ان مجرموں کے ساتھ سودے بازی، مداہنت اور مذاکرات۔ نہ ہی یہ سیاسی داؤ پیچ تمھیں نجات دلا پائیں گے۔ تمھاری نجات کا واحد رستہ جہاد ہی ہے۔ پس تم پر لازم ہے کہ اس وقت افغانستان میں برسرِ پیکار مجاہدین کی امداد اپنی جانوں، اموال، مشوروں اور مہارتوں سے کرو کیونکہ جہادِ افغانستان ہی افغانستان، پاکستان اور پورے خطّے کو (کفار و مرتدین سے) بازیاب کرانے کا دروازہ ہوگا۔ جہاد کے میدانوں میں عزت کی موت مرو...... کیا پاکستان میں کوئی عزت دار لوگ نہیں ہیں؟ کیا پاکستان کے غیرت مند لوگ مر چکے ہیں؟ کیا پاکستان میں کوئی نہیں جو آخرت کو دنیا پر ترجیح دے؟

﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَکُمْ اِذَا قِیْلَ لَکُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَی الْاَرْضِ اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَۃِ فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا قَلِیْلٌ o اِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا وَّ یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ وَ لَا تَضُرُّوْہُ شَیْئًا وَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ o اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ وَ اَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْھَا وَ جَعَلَ کَلِمَۃَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا السُّفْلٰی وَ کَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا وَ اللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْم o

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالاً وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (التوبة : ۳۸۔۴۱)

''مومنو! تمھیں کیا ہوا کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) نکلو تو تم زمین سے چمٹ کر رہ جاتے ہو (یعنی گھروں سے نکلنا نہیں چاہتے)۔ کیا تم آخرت (کی نعمتوں) کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی پر خوش ہو کر بیٹھے ہو۔ دنیا کی زندگی کے فائدے تو آخرت کے مقابلے میں بہت ہی کم ہیں۔ اگر تم نہ نکلو گے تو اللہ تم کو بڑا تکلیف دہ عذاب دے گا اور تمھاری جگہ اور لوگ پیدا کر دے گا (جو اللہ کے پورے فرمانبردار ہوں گے) اور تم اس کو کچھ نقصان بھی نہ پہنچا سکو گے۔ اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اگر تم اس کی مدد نہ کرو گے تو اللہ اس کا مددگار ہے۔ (وہ وقت تم کو یاد ہوگا) جب ان کو کافروں نے گھر سے نکال دیا (اس وقت وہ) دو میں کا دوسرا تھا، جب وہ دونوں غار میں تھے۔ اس وقت وہ اپنے رفیق کو تسلی دیتے تھے کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تو اللہ نے ان پر تسکین نازل فرمائی اور ان کو ایسے لشکروں سے مدد دی جو تم کو نظر نہیں آتے تھے اور کافروں کی بات کو پست کر دیا، اور بات تو اللہ ہی کی بلند ہے، اور اللہ زبردست (اور) حکمت والا ہے۔ تم سبک بار ہو یا گراں بار (یعنی مال و اسباب تھوڑا رکھتے ہو یا بہت گھروں سے) نکل آؤ اور اللہ کے راستے میں مال اور جان سے لڑو۔ یہی تمھارے حق میں بہتر ہے بشرطیکہ سمجھو''۔

کیا میں نے بات پہنچا دی؟ اے اللہ تو گواہ رہیو!

کیا میں نے بات پہنچا دی؟ اے اللہ تو گواہ رہیو!

کیا میں نے بات پہنچا دی؟ اے اللہ تو گواہ رہیو!

اُن سے جا ملو!

عبد اللہ جعفر

یہ کیا ہے؟
ملبے کا ڈھیر!
یہاں پہلے کیا تھا؟
''لال مسجد''
یہ اس قدر لال کیوں ہے؟
یہاں خون گرا ہے
کس کا خون؟
حفاظِ قرآن کا، معلماتِ دین کا، برقعہ پوش بچیوں کا، علمائے حق کا....
یہ خون کس نے گرایا ہے؟
امریکی صدر کا کہنا ہے کہ یہ میرے دوستوں نے گرایا ہے،
برطانوی طاغوت کہتا ہے درست گرایا ہے،
نیٹو کا سربراہ کہتا ہے مزید گرنا چاہیے
خون تو سامنے کی سڑک پر بھی گرا ہے؟
وہ دوسرا خون ہے
وہ کس کا ہے؟
وردی والوں کا
وہ کیا چاہتے ہیں؟

جو امریکہ چاہتا ہے

امریکہ کیا چاہتا ہے؟

مِساج سنٹر، قحبہ خانے، ویڈیو سنٹر، آغا خانی سکول، اور بہت کچھ!

کیا کچھ؟

خاندانی منصوبہ بندی (اور اسقاطِ حمل) کے مراکز، این جی اوز کے جال، ٹی وی و کیبل چینلز، انٹرنیٹ کلب، مخلوط تعلیم، میراتھن ریس!

امریکہ یہ سب کچھ کیوں چاہتا ہے؟

امریکہ کے دوستوں سے پوچھو

اس کے دوست کون ہیں؟

جو اس کی خاطر اپنی وردیاں لال کروا رہے ہیں

یہ وردی والے خون میں نہا کر کہاں جا رہے ہیں؟

کم از کم وہاں نہیں جا رہے جہاں وہ برقعہ پوش بچیاں شہید ہو کر جا رہی ہیں!

کیوں؟

یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہے!

پھر وردی والے ایسا کیوں کرتے ہیں؟

آڈر آڈر ہوتا ہے!

آڈر جہنم میں لے جائے تو؟

پھر بھی وہ آڈر ہی رہتا ہے!

کیوں؟

بڑے کا آڈر ہے

بڑا تو خدا ہے

وہ بھی بڑا ہے

کون؟

جو کہتا ہے انا ربکم الاعلیٰ

تو کیا یہ وردی والا حرام موت مرا ہے؟

مفتیانِ کرام سے پوچھو

مفتیانِ کرام تو قبروں میں چلے گئے

پھر جیو ٹی وی والوں سے فتویٰ لے لو

وہاں تو مذمتی بیان چل رہا ہے؟

کس کا؟

سیاست دان کا

کس کی مذمت میں؟

دونوں کی مذمت میں

کون دونوں؟

بُش کے دوستوں، دشمنوں دونوں کی مذمت میں

دوستوں کی مذمت کیوں؟

جمہوریت کا تقاضا ہے

دشمنوں کی مذمت کیوں؟

قانون کی پاس داری ضروری ہے

قانون تو انگریز کا ہے، کافروں کا ہے؟

قانون......قانون ہوتا ہے، جیسے آڈر......آڈر ہوتا ہے!

اچھا تو یہ سیاست دان حق کیوں بیان نہیں کرتے؟

ابھی زیرِ تربیت ہیں

کہاں؟

یو ایس ایڈ اور پلڈیٹ والوں کے ہاں

پھر مجاہدین کدھر ہیں؟

کشمیر کے سرد خانوں میں

طالبان کہاں گئے؟

تعذیب خانوں کی نذر ہو گئے

حق گو علماء کہاں گئے؟ شامزئیؒ اور غازیؒ کدھر گئے؟

قبروں میں

ان کے جانشین کہاں کھو گئے؟

''لا پتہ'' ہیں

پتہ کہاں سے چلے گا؟

پنٹاگون سے

مسلمان کہاں ہیں؟

مسلمان کمزور ہیں!

کیا مسلمان کھانا کھاتے ہیں؟

جی ہاں

پانی پیتے ہیں؟

جی ہاں

ہل چلاتے ہیں؟

جی ہاں

قرآن پڑھتے، پڑھاتے ہیں؟

جی ہاں

پھر کیوں کمزور ہیں؟

جہاز نہیں ہیں، میزائل نہیں ہیں، دشمن مضبوط ہے

کیا دشمن کے پاس ایمان ہے؟

نہیں

شوقِ شہادت ہے؟

نہیں

شہیدی حملے کرنے والے ہیں؟

نہیں

پھر دشمن کیسے مضبوط ہوا؟

ہم کمزور ہیں

کیا کمزوری ہے؟

موت سے ڈر لگتا ہے!

اصل بات یہ ہے

یہ ڈر کیسے دور ہوگا؟

جو موت سے نہیں ڈرتے، ان سے جا ملو!

''اگر آپ یہ چاہیں کہ آپ باطل سے مقابلہ بھی کریں اور رہ آپ باطل کے تحت رہے ہوں......تو یہ بات سنتِ الٰہی کے خلاف ہے۔ صرف مہاجر ہی اس کیفیت کو حاصل کر سکتا ہے کہ ہر لمحے......تنہائی کی ہر گھڑی میں اس کے دل کی گہرائیوں میں یہ خیال پیوست ہو کہ وہ بیت اللہ العتیق کو پنجہء کفر سے چھڑانے کے لیے نکلا ہے...... ہر لحظہ اس کے دل اور اس کے کانوں میں یہ آواز گونجتی رہے کہ 'اے مومن......خبردار! اللہ کے گھر کو نہ بھولنا!'......اور وہ اس وقت تک بطور مہاجر رہے جب تک سرزمینِ مکہ ومدینہ میں توحید کا پرچمِ حق سربلند نہ ہو جائے''۔

(شیخ اسامہ بن لادن حفظہ اللہ)

حُسینی قافلے کے راہ رو ہیں ہم

شہید عبدالرشید غازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہادت سے چند روز قبل یہ وصیت تحریر کی ۔جس میں دین دشمن ذرائع ابلاغ کے پھیلائے ہوئے پروپیگنڈے کا رد بھی ہے۔اور مرتد پرویزی لشکر کی بدترین سفاکیت کی روداد بھی۔غازی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ آخری پیغام اہلِ ایمان کے حوصلوں کی تقویت کا باعث ہے اور ہمیں ’شریعت یا شہادت‘ کے نعرے کی معنویت بھی سمجھا رہا ہے۔

ممکن ہے ان سطور کی اشاعت تک ہم محصورینِ لال مسجد شہادت کا اعلیٰ مرتبہ پا چکے ہوں۔۳۰ ہزار کے قریب سیکورٹی اہلکار، نیم فوجی دستے، ٹینکوں کا لاؤ لشکر نہتے اور معصوم طلبہ وطالبات کو روندتے ہوئے لال مسجد اور جامعہ حفصہ کو ’’فتح‘‘ کر چکے ہوں۔ اس وقت لال مسجد کربلا کا منظر پیش کر رہی ہے۔شہداء کی بکھری ہوئی نعشیں، زخمیوں کی آہ و بکا، مسجد و مینار اور چاردیواری زبانِ حال سے کہہ رہے ہیں کہ یہ سب کچھ چھ لاکھ انسانوں کی قربانی جس مطالبے پر دی گئی، اسے دہرانے کی سزا ہے۔تاہم اس سارے منظرنامے میں خطیب لال مسجد و بانی تحریکِ طلبہ وطالبات مولانا عبدالعزیز کی غیر متوقع گرفتاری اور بعدازاں ان کا ٹی وی انٹرویو اسلام پسند عوام کے لئے یقیناً مایوسی کا سبب بنا۔عام لوگ جو اصل صورتِ حال سے واقف نہیں، ان کا خیال ہے اور میڈیا بھی حقیقت جانے بغیر یہ باور کرانے میں مصروف ہے کہ مولانا عبدالعزیز نے موت کے خوف سے فرار کا راستہ اختیار کیا اور اپنے رفقاء وطلبہ وطالبات کو تنہا چھوڑ کر نکل پڑے۔تجزیاتی صلاحیت سے بے بہرہ لوگ اس پہلو پر غور نہیں کرتے کہ اگر واقعی مولانا عبدالعزیز موت سے خوف زدہ ہوکر زندگی کی طرف بھاگے تو پھر اپنے بیٹے، بیٹی، ماں اور بیوی کو کیوں چھوڑ گئے، پھر میں ان کا چھوٹا بھائی اور ان کے دیگر ساتھی اور رہ جانے والے طلبہ وطالبات سرنڈر کا راستہ کیوں اختیار نہیں کرتے؟ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت مخالفین کو سمجھانے کی بجائے ہمدرد لوگوں کے ٹوٹے ہوئے دلوں کو یہ بتانا ضروری ہے کہ مولانا عبدالعزیز گہری سازش کا شکار ہوئے۔اگرچہ فی الوقت ان کی گرفتاری پر اسرار کا دبیز پردہ پڑا ہوا ہے۔لیکن وقت گزرنے کے ساتھ یہ پردہ اٹھ جائے گا اور حقائق سامنے آئیں گے۔ہم یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ مولانا عبدالعزیز راہِ جہاد کے مسافر اور شوقِ شہادت سے سرشار ہیں۔ان کے خلاف صرف ایک ہی بات کہی جاسکتی ہے کہ انھوں نے کڑے وقت میں بعض

غلط لوگوں پر اعتماد کیا جو کہ ان کی غلطی تھی جس کی سزا بہر حال بھگتنا ہوگی۔ سچ اور حقیقت یہ ہے کہ مولانا عبدالعزیز نہ موت سے گھبرائے اور نہ ہی راہِ فرار اختیار کی بلکہ وہ وصیت لکھ کر غسل کر کے شہادت کے منتظر تھے کہ دیگر لوگوں کی جانیں بچانے کے لئے امید کی کرن سارے فسانے کا باعث بنی۔ بہر حال حقیقت ثابت اور واضح کرنا وقت کا کام ہے اور وہ ایسا ہی کرے گا۔

میں اتنا کہوں گا کہ مولانا عبدالعزیز اور ان کے جاں نثار ساتھیوں نے تحریک صرف اللہ کی رضا اور شریعت کے نفاذ کے لئے شروع کی۔ حدود اللہ میں ترمیم، مساجد کی شہادتیں، فحاشی اور عریانی کا فروغ، اسلامی عقائد کی نفس پسند تشریحات، جہاد کا نام لینے والوں پر فوج کشی، مجاہد مسلمانوں کو پکڑ پکڑ کر بھیڑ بکریوں کی طرح کفار کے حوالے کرنا اور سیکولرازم کے فروغ کے اقدامات قابلِ برداشت نہیں تھے۔ اس وجہ سے نفاذِ شریعت کے لئے فیصلہ کن تحریک چلانے کا فیصلہ کیا گیا۔

میں یہ بھی واضح کرنا چاہتا ہوں کہ آپریشن کے دوران میں جامعہ حفصہؓ کے اندر کسی طالبہ یا طالبِ علم کو زبردستی نہیں روکا گیا یہاں صرف وہی لوگ اپنی مرضی سے موجود ہیں جن کے دلوں کی دنیا مولانا عبدالعزیز کے بیانات کی وجہ سے بدل چکی ہے۔

میں یہ بھی واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ہم اس ملک میں شریعت کا نظامِ عدل چاہتے ہیں۔ ہم عدالتوں میں شرعی قوانین کے نفاذ کے خواہاں ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ مظلوم عوام کو انصاف ملے، روٹی ملے، ملاوٹ، رشوت، ظلم، فحاشی اور اقرباء پروری کا باطل نظام ختم ہو۔ شریعت کا عملی نفاذ ہی ان سب مسائل کا واحد حل ہے۔ یہ اللہ تعالی کا حکم بھی ہے، مطالبۂ قیام پاکستان کا تقاضا بھی۔ ہم نے دنیاوی فوائد مسترد کر کے، راستے کی تلخیوں کو پہچانتے ہوئے، شعوری طور پر آخرت کی زندگی کو دنیا کی زندگی پر ترجیح دی ہے۔ میرے ساتھ موجود طلبہ وطالبات کا قصور کیا ہے؟ کیا کچھ غلط کار لوگوں کو اصلاح کی نیت سے اٹھا کر لانے کی یہ سزا ہے کہ ان گنت معصوم جانوں کو بارود کی نذر کر دیا جائے۔ ریاست کی رِٹ کی برتری کی بات کرنے والوں نے اللہ تعالی کے احکامات اور رِٹ کو قدم قدم پر پامال کیوں کیا؟

جن لوگوں نے گزشتہ پانچ دنوں میں قرآن کے حافظ اور حدیث کا علم حاصل کرنے والے طلبہ وطالبات کو گولیوں سے چھلنی کیا وہ یقیناً ظالم ہیں۔ اس موقع پر میڈیا کے چینلز نے بھی جانب داری کا مظاہرہ کیا ہم اس مسئلے کو بھی اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔ یقیناً وہ بہترین بدلہ لینے والا ہے۔

میں آخر میں وصیت کے طور پر اسلام پسند عوام، تحریک سے وابستہ لوگوں، طلبہ و طالبات اور ان کے

لواحقین، ذرائع ابلاغ کے سامنے اپنی بات دہراؤں گا کہ ہماری تحریک نیک اور صالح مقاصد کے لئے شروع کی گئی ہم شریعت کے نفاذ کے مطالبہ پر قائم ہیں۔ہم اس بات پر مطمئن ہیں کہ ہم نے ایثار، وفا اور قربانی کی راہ کا انتخاب کیا۔ہم شریعت کے نفاذ کے لئے جان دینا سعادت سمجھتے ہیں۔ہمیں اللہ کی رحمت سے یقین ہے کہ ہمارا لہو انقلاب کی نوید بنے گا۔دنیا والوں نے کبھی ہمیں ایجنسیوں کا کارندہ کہا اور کبھی پاگل۔آج بارود کی بارش ثابت کر رہی ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں لڑ رہے ہیں۔بے شک اہل حق پر مصائب آنا حقیقت ہے۔اگر ہمارے امیر حضرت حسین رضی اللہ عنہ بے بسی کی حالت میں شہید ہوئے تو ہم بھی اس قافلے کے راہ رو ہیں۔ان شاء اللہ اسلامی انقلاب اس ملک کا مقدر بنے گا۔

چمن میں آئے گی فصلِ بہاراں ہم نہیں ہوں گے

میرے مسلمان پاکستانی بھائیو!

میں آپ کو پکار پکار کر بلا رہا ہوں......اس بات کی طرف بلا رہا ہوں کہ آپ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کریں اور پرویز جیسی مسلط 'شرمندگی' سے اپنے آپ کو نجات دلائیں۔میری یہ پکار خاص طور پر پاکستانی علمائے کرام کے لیے ہے۔میں انھیں وہ فرض یاد دلا رہا ہوں جو اللہ نے ان پر عائد فرمایا ہے......ابلاغِ حق، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض! اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ

﴿ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ ﴾

اور جب اللہ نے اہلِ کتاب سے عہد لیا کہ تم کتاب (کے احکام) کو لوگوں سے صاف صاف بیان کرو گے اور اس کو نہیں چھپاؤ گے

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ﴾ (مسند احمد)

(بہترین جہاد وہ حق بات ہے جو ظالم سلطان کے سامنے بیان کر دی جائے)

پس اے علمائے کرام!......اللہ سے ڈریں اور اپنے دین کی نصرت کریں! صلیبیوں اور ان کے حواریوں کے خلاف جہاد کے میدان میں اپنی ملت کی قیادت کریں اور خوش خبری سن لیں کہ بے شک اللہ کی مدد قریب ہے۔

(شیخ اسامہ بن محمد بن لادن حفظہ اللہ)

يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللهِ وَفَضْلٍ.....

مفتی شکیل احمد

عبدالرشید غازی رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے میں شرکت کے لیے بستی عبداللہ' روجھان پہنچے، تاخیر کے باعث جنازے میں تو شرکت نہ ہو سکی البتہ آغوشِ لحد میں آرام فرما غازی صاحب کا آخری دیدار نصیب ہو سکا۔ اس موقع پر چند چشم دید حقائق سامنے آئے، ان کی خوشی میں آپ کو شریک کرنے کے لیے خامہ فرسائی کر رہا ہوں۔

سب سے پہلی چیز جو غازی صاحب کی مقبول شہادت کی گواہی دے رہی تھی، وہ شہادت کے ۵۲ گھنٹے گزر جانے کے بعد بھی آپ کا ہنستا مسکراتا چہرہ تھا' مرجھایا نہ کملایا' وہی سرخی مائل سفید رنگت جو زندگی میں دیکھی تھی، نہ گال پچکے، نہ رنگت بدلی، ایک بشاشت وطمانیت چہرے پر تیر رہی تھی اور قرآنِ کریم کی یہ پیشین گوئی صاف صادق آ رہی تھی: یَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللهِ وَفَضْلٍ...... ''اللہ تعالیٰ کی نعمت وفضل سے (شہداء) خوشیاں مناتے ہیں''۔ یَسْتَبْشِرُوْنَ بشر سے ہے اور عربی میں کھال کو بھی ''بشرہ'' کہتے ہیں۔ اس لئے مفسرین نے فرمایا کہ بشارت اس خوشی کو کہتے ہیں جس کا اثر انسان کی کھال پر ظاہر ہو اور یہی کیفیت غازی صاحبؒ کے چہرے پر عیاں تھی۔ شہادت کے تقریباً تیس گھنٹوں کے بعد آپ کی میت کو تابوت میں رکھا گیا اور باون گھنٹوں کے بعد تدفین ہوئی۔ باون گھنٹوں کے بعد جب شہید کو تابوت سے نکال کر قبر میں اتارا گیا تو عینی شاہدین نے گواہی دی کہ ابھی میت سے خون کے تازہ قطرے ٹپک رہے تھے۔ تدفین کے کچھ دیر بعد جب راقم مدرسہ عبداللہ بن غازیؒ (جو کہ غازی شہید کے شہید والدِ گرامی کے نام سے موسوم ہے) کے دروازے سے داخل ہوا تو ایک خاص قسم کی خوشبو محسوس کی۔ میں نے جلدی سے قبر سے مٹی اٹھائی مگر مٹی کی تو وہی اپنی فطری مہک تھی۔ قبر کے پاس دیوار کے ساتھ رکھے تابوت کے نچلے تختے پر نظر پڑی جس پر شہید کا خون لگا ہوا تھا۔ اس کے قریب جا کر کھڑا ہوا تو معلوم ہوا کہ خوشبو اس سے مہک رہی ہے۔ بے اختیار زبان پر سبحان

اللہ، سبحان اللہ جاری ہوگیا۔ کچھ دیر تک وہاں کھڑا خوشبو سے مشامِ جاں کو معطر کرتا رہا پھر دیگر ساتھیوں کو اطلاع دی۔ انھوں نے بھی خوشبو سونگھی۔ خوشبو کے ہلکورے گردو پیش کو معطر کر رہے تھے۔ ایک ساتھی نے رومال کو خون سے تر کرلیا، راستہ میں ہم اس سے خوشبو سونگھتے رہے اور نئے ملنے والوں کو سنگھاتے رہے۔ پھر واپس آ کر سب ساتھیوں کو یہ سوغات پیش کی۔ تابوت کے خون آلود نچلے تختے کے ساتھ تابوت کے دیگر تین تختے بھی موجود تھے ان کو بھی سونگھا مگر ان سے کسی قسم کی کوئی خوشبو نہیں آرہی تھی۔ ذرائع ابلاغ کے نمائندوں کو بھی یہ خوشبو سنگھائی تاکہ وہ یہ خبر نشر کریں۔ اس طرح جو خون ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا وہ باون گھنٹوں کے بعد بھی تختے پر سرخ رنگت لئے ہوئے تھا۔ حالانکہ مشاہدہ ہے کہ خون خشک ہوکر کالا پڑ جاتا ہے۔ الحمد للہ کثیراً۔

ایک اہم بات یہ دیکھی کہ تختے کے کافی حصہ پر خون لگا ہوا تھا مگر اس پر کوئی مکھی نہیں بیٹھ رہی تھی حالانکہ مکھی خون پر بہت جلد آتی ہے۔ یہ بات راقم نے خود بھی محسوس کی اور کہنے ہی والا تھا کہ پاس کھڑے ساتھی بیان کرنے میں سبقت لے گئے۔ جس شخص پر مسلسل سات روز گولہ و بارود کی بارش برستی رہی ہو، گولوں اور بندوقوں کی گھن گرج میں ایک مکمل ہفتہ گزارا ہو، دھماکوں کی شدت سے پورا اسلام آباد لرزتا رہا ہو، جس کی جانِ عزیز پر ایک سو ستر گھنٹے ایسے گزرے کہ ہر پل اس پر موت کے سائے منڈلاتے اور دھمکیوں کے بادل چھائے رہے، کھانا نہیں، پانی نہیں، بجلی و گیس نہیں، خاصہ زندگی ہوا سے آکسیجن ختم کرنے کی کوشش کی گئی، اعصاب شکن گیس اور آنسو گیس استعمال کی گئی جس سے پیاس کی شدت میں بے پناہ اضافہ ہوا، حلق و ہونٹ خشک ہو گئے، مسلسل تھکاوٹ اور بے آرامی مزید برآں تھی، ان میں سے چند باتیں ہی رگوں سے خون نچوڑنے کے لئے کافی تھیں مگر ان سب باتوں کے باوجود شہادت کے باون گھنٹوں کے بعد بھی غازی صاحب کے چہرے پر شگفتگی، لبوں پر تازگی، داڑھی میں چاندنی اور نہ ختم ہونے والی چمک، گالوں پر لالی موجود تھی۔ فتنے کے اس دور میں اللہ تعالی ہمیں حق کو سمجھنے اور اس کی اتباع کرنے اور باطل کو پہچاننے اور اس سے اجتناب کرنے کی توفیق سے نوازیں (آمین)

وہ مرنے والوں کی عظمت! یہ جینے والوں کی پستی

ان دونوں مناظر نے مل کر جینے سے ہمیں بیزار کیا

یہ ملت احمد مرسل ﷺ ہے اک ذوقِ شہادت کی وارث

اس گھر نے ہمیشہ مردوں کو سولی کے لئے تیار کیا

پھر ایک کارواں لُٹا

امۃ الرحمن

لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے حوالے سے ان گنت سوالات اور الجھنیں درپیش ہیں۔ سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اس پوری بات کو سمجھنے کے لیے تمام تر انحصار ٹیلی ویژن، ریڈیو اور اخبارات پر کیا جا رہا ہے۔ جب کہ المیہ یہ ہے کہ میڈیا اول تا آخر نا صرف کلیتًا سیکولر بلکہ فسق و فجور میں ڈوبا ہوا ہے۔ تمام چینلز اور ریڈیو سٹیشن پورا دن لہو ولعب اور فحاشی کا کلچر رائج کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ ان اداروں میں صحیح الفکر افراد کا سامنے آنا، صحیح تجزیے پیش کرنا ممکن ہی نہیں۔ جب کہ ہمیں واقعات کے حوالے سے بنیادی ہدایت ہی یہ دی گئی ہے ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اگر کوئی فاسق تمھارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر اپنے کیے پر پشیمان ہو''۔ (الحجرات۔ آیت ٦)

ٹیلی ویژن مسلسل خبروں کو سیاق وسباق سے ہٹا کر منفی انداز سے پیش کرتا رہا۔ یہی حال ریڈیو کا ہے جو دن بھر نوجوان لڑکے لڑکیوں کے مابین فحش وذو معنی گفتگوؤں، راگ رنگ اور موسیقی کی خدمت انجام دیتا ہے۔ اس واقعہ کے دوران میں انھیں دین دار طبقے کے پرخچے اڑانے کا موقع میسر آ گیا۔ لہٰذا دل و دماغ کی یکسوئی کے لیے نشریاتی اداروں پر ایمان لانے کی کیفیت سے نکلنا ہوگا۔ اس معاملے کو چیف جسٹس والے معاملے میں نشریاتی اداروں کی کارکردگی پر محمول کرنے کی غلطی نہ کی جائے۔ کیونکہ وہ کلیتًا ایک سیکولر معاملہ تھا، جس میں دین کا (حتیٰ کہ طویل جلوسوں میں نماز کا گزر تک نہ تھا) کوئی حصہ نہ تھا لہٰذا میڈیا بھرپور کوریج دیتا رہا۔ سیاسی جماعتیں پرویز کی کرسی الٹنے کی آس باندھے سارے جلوسوں میں جھنڈے لہراتی (دینی وغیر دینی یکساں طور پر) ہمہ وقت موجود تھیں۔ اب وہ سب کہاں گئے؟ شریعت سے، مسلمان جانوں کی حرمت سے زیادہ 'اے پی سی' اُن کی نظر میں اہم ٹھہری۔ اگر کچھ کوشش ہوئی بھی، تو آخری لمحات میں اس وقت جب بے شمار قیمتی جانیں جا چکی تھیں۔

آیئے اب اول تا آخر پوری کہانی پر غور فرمایئے:

یہ پوری تحریک ایک ایسے منظر میں اٹھی جب 9/11 سے آج تک، اسلام، حیا اور ایمان سبھی کچھ صلیبی جنگ میں بیچ ڈالا جاتا رہا، اونے پونے داموں۔ اس پورے عرصے میں کون سی قیامت تھی جو پاکستان، امت مسلمہ پر نہیں ٹوٹی، عظمت قرآن سے لے کر ناموس رسول ﷺ تک، افغانستان کی بربادی کے لیے اپنی سرزمین پیش کرنے، کشمیر پر سودے بازی، بھارت سے دوستی، مجاہدین اسلام کو پکڑ پکڑ کر تعذیب خانوں میں ڈالنے، اور امریکیوں کے ہاتھ بیچنے تک کون سا چرکہ ہے جو ہم نے نہیں سہا، سینکڑوں نوجوانوں کی گم شدگی، آزاد قبائل پر فوج کی چڑھائی اور مدارس، مساجد کی بے حرمتی اور بم باری، کون سا جرم ہے جو اس قوم نے نہیں دیکھا؟ ہُو کا عالم طاری رہا۔ ہر موقع پر دو دن کے مظاہرے کیے، ٹائر جلائے، قراردادِ مذمت پاس کروائی، اسمبلی میں سوال اٹھا، چند بیانات دیئے، ہڑتال کی اور بات ختم۔ ایسے میں دو بھائی اسلام آباد کے قلب میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ مولانا عبداللہ شہیدؒ (غازی برادران کے والد) کے وقت سے یہ مسجد طاغوتی حکومتوں کے سینے پر مونگ دلتی رہی، حق گوئی و بے باکی کی بے مثل روایت والد نے ڈالی۔ ان کی شہادت کے بعد عین انھی کے نقشِ قدم پر بہت بڑے اجتماعات کے سامنے حق پر ڈٹ کر، کھل کر ڈنکے کی چوٹ پر بات کہہ جانا اس مسجد کی روایت بن چکی تھی۔ اللہ کے شیر بن کر کھڑے ہونے کی بنا پر، مفادات سے بالاتر رہنے کی بنا پر، ان کا ایک اخلاقی دباؤ اور رعب و دبدبہ تھا جس کی وجہ سے ان پر ہاتھ پر ڈالنا آسان نہ تھا۔

سات مساجد گرائے جانے پر یہ تحریک اٹھی جسے جامعہ حفصہ کی طالبات نے نہایت جرأت مندی اور زیرکی سے چلایا۔ اسلام آباد میں فحاشی کے خلاف موثر آواز بلند کی۔ گذشتہ ۶۰ سالوں میں ہماری اٹھان دب جانے، مصلحت کیشی، رواداری، نگاہ چرانے کی بنیاد پر ہوئی ہے۔ لہٰذا یہ جرأت رندانہ سبھی کے لیے حیرت کا سامان بنی۔ نہی عن المنکر اگر ہر مسلمان اپنی اپنی سطح پر اپنے منصب کے مطابق کر رہا ہوتا، تو لال مسجد کے مساج سینٹر پر حملہ بولنے کی نوبت آتی نہ آنٹی شمیم جیسے کردار ہمارے معاشرے میں پنپ سکتے۔ اس پورے عرصے میں جہاد کے لیے موثر ترین آواز اسی مسجد سے بلند ہوتی رہی۔ ان کے سارے آثار ہی یقیناً دیوانے تھے۔ یہ ہم جیسے ''نارمل'' لوگ نہیں تھے۔ ہم پر عقل کے غلبے ہیں، ان پر عشق کا غلبہ تھا۔ لہٰذا دلیل، اپیل، حیل و حجت کچھ کارگر نہ ہوئی۔ اور معاملہ یہاں تک آن پہنچا۔ اسے یوں سمجھیے کہ جس طرح نظام خلافت کو اپنی اصل راہ

سے منحرف ہوتے دیکھ کر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے پورے خانوادے کو (عورتیں، بچے ہمراہ) کٹوا دیا (کیا وہ یرغمال تھے؟) اور اپنے خون سے حق کی گواہی دے دی۔ جیسے ٹرین کے حادثے کے امکانات دیکھ کر کوئی اس کا بدلتا رخ بچانے کے لیے پٹڑی پر لیٹ کر کٹ مرے، اسی طرح پاکستان کا پورا رخ، پورا مزاج بدل ڈالا گیا۔ اس پر انھوں نے اپنی جانیں قربان کر کے حق کی گواہی ثبت کر دی، بلند آہنگ پیغام دیا، حق کے لیے آواز اٹھانے میں اپنا حصہ ادا کر دیا۔ دکھ تو یہ ہے کہ جو جانتے ہیں وہ بھی اس پکار پر انجان بن گئے۔ یہ پکار شریعت کی پکار تھی۔ مظلوم عوام کو اسلام کے حیات بخش نظام کا سایہ بہم پہنچانے کی بات تھی۔ انھوں نے شہادتِ حق دے دی۔ اب وہ غازی رہیں یا شہید، اللہ کے ہاں سرخرو ہو کر اس قوم کے سامنے ایک سوال اللہ کے حضور جواب دہی کے لیے رکھیں گے۔

بتاؤ تم کس کا ساتھ دو گے؟؟

ہر قضیے میں راستے دو ہی ہوتے ہیں۔ کبھی شیطان پکارتا ہے کہ تم میرے ساتھ ہو یا میرے ساتھ نہیں ہو۔ اور کبھی رحمٰن کی طرف سے یہی سوال اٹھتا ہے۔ ہم جس دورِ فتن سے گزر رہے ہیں، ہر قدم پر بچ بچ کر چلنا اور یہ فیصلہ کرنا ہے کہ رحمٰن کا راستہ کون سا ہے اور شیطان کا راستہ کون سا۔ دجال کی فوج کدھر کو ہے اور حضرت عیسیٰؑ کا لشکر کدھر سے تشکیل پائے گا۔ نشان راہ یہی ہیں۔ ہر آنے والے دن کے ساتھ تاریکی بڑھے گی۔ ایسے میں روشنی کے لیے یہ دعا ہمراہ رہے۔ **اللھم ارنا الا شیئا کما ھی** ۔(یا اللہ ہمیں ہر شے ویسی ہی دکھا جیسی وہ ہے)۔ حقیقت اشیاء و حقیقت احوال کے لیے طلب اللہ ہی سے ہے۔ **اللھم ارنا الحق حقاً**۔۔۔ الخ۔ مانگتے رہیے۔

ممکن ہے کہ بعض لوگ حکمت کے اعتبار سے مولانا عبدالعزیز سے اختلاف رکھتے ہوں۔ لیکن حکمت عملی کا اختلاف ہمیں شیطان کے ساتھ جا کھڑے ہونے کا جواز فراہم نہیں کرتا۔ ہمارا قلبی تعلق، ہماری دعائیں، ہماری گفتگوئیں مثبت انداز میں حق ہی کا ساتھ دیں گی۔ **ربنا لا تجعلنا فتنة للقوم الظالمین** ۔ مسلسل کہتے رہیے۔ اس وقت سب سے بڑا امتحان یہی ہے۔ یہ پورا معرکہ ایک زبردست امتحان بن گیا ہے۔ پورے پاکستان کے لیے ایک مشکل سوال۔ ذرا سی لغزش پر تالیاں پیٹنے والوں کے ہاتھ استہزاء اور تمسخر کا بازار گرم کرنے کا موقع آ گیا۔ اسی سے ہر لحہ پناہ مانگتے ہیں۔ آیئے وہ سوال بھی دیکھیں جو بار بار اٹھائے جا رہے ہیں۔

طریق کار غلط تھا!

ایک بات جو بار بار کہی جاتی رہی کہ لال مسجد والوں کا طریق کار غلط تھا، اسلام زبردستی نافذ نہیں ہوسکتا، ستم تو یہ ہے کہ یہ بات ان لوگوں نے کی جن کا شمار 'اپنے قبیلے' میں ہوتا ہے۔ دنیا دار چور اور ڈاکو بھی اپنے 'پیٹی بند' بھائیوں کے لیے جان تک نچھاور کر دیتے ہیں مگر اس موقع پر اہل دین کے وطیرے سے یہ بات عیاں ہوئی کہ یہ حضرات دین تو دین، رسمِ دنیا سے بھی آگاہ نہیں۔ ہر کسی نے مصلحت اور حکمت کی نقابیں اوڑھے آئین کی خلاف ورزی کی منطق بیان کی، جمہوری اقدار کی پاس داری کا نعرہ لگایا حالانکہ دین والوں کو تو دین ہی کی وجہ سے عزت ملتی ہے اور ان کا سارا مقام و مرتبہ دین ہی کا مرہونِ منت ہے۔ اس لئے دین و شریعت کا حکم بتانا، سمجھانا اور عمل کر کے دکھانا ان کے فرضِ منصبی کا تقاضا ہے لیکن ہر ایسے کڑے موقع پر وہ دین کی رہنمائی پیش کرنے کی بجائے عالمی طاغوت کے مسلّمہ بتوں، آئین، جمہوریت، امن اور انسانی حقوق کی جگالی کرتے پائے جاتے ہیں۔ محسوس یوں ہوتا ہے کہ وہن کا مرض اور صلیبی جنگ کے عفریت کے سائے کے گہرے اثرات اس طبقہ پر بھی مرتب ہوئے ہیں۔ غازی صاحب نے اپنی شہادت سے ایک روز قبل جو بات کہی تھی وہ ہر غیرت مند فرد کے ضمیر پر تازیانہ بن کر برستی رہے گی کہ ''اگر علماء موت سے ڈرتے ہیں تو دینی مناصب کیوں قبول کرتے ہیں''۔

نجانے نہی عن المنکر اور جہاد فی سبیل اللہ کے سارے شرعی احکامات کی ایسے مصلحت کیش علماء کیا تشریح و توضیح کریں گے۔ بش کی طرف سے اپنی صلیبی فوج کو لال مسجد میں کارروائی کرنے پر جو خراجِ تحسین پیش کیا گیا اِس سے یہ امر مترشح ہوتا ہے کہ شریعت کی بالادستی کی بات کو ہمارا دشمن تو بخوبی سمجھتا ہے جب کہ ہمارے 'اپنے' اس سے ناواقف ہیں۔

ریاست کے اندر ریاست بنائی گئی، جس کی کوئی گنجایش نہیں:

دین کے حوالے سے دیکھیں تو الملک للہ الحکم للہ کے اعتبار سے زمین اللہ کی ملکیت ہے، اس پر حکم صرف اور صرف اللہ ہی کا سزاوار ہے۔ وہ بھی ایسے میں کہ یہ ملک حاصل ہی اس ایک دعوے پر کیا گیا تھا۔ لہٰذا غداری کے مرتکب تو وہ ہوئے جنھوں نے اللہ کی ریاست میں اپنی کافرانہ ریاست کا قبضہ جمایا۔ پھر ریاست مان لیجیے موجودہ آئین قانون کے اعتبار سے ایک مقام (جیسا تیسا بھی) رکھتی ہے تو اس ریاست میں تو وڈیروں' جاگیرداروں کی' بھٹہ مالکان کی' گداگری' خرکاری مافیا کی' فحاشی کے کاروباریوں کی اپنی اپنی ریاستیں قائم ہیں۔۔۔۔ نجی جیلیں ہیں، ملکی قوانین سے ماورا قوانین ہیں۔ اتنی گوناگوں ریاستوں میں ایک اللہ ہی کی

کبریائی قائم کرنے کی ممانعت ہے؟؟؟ **مالکم لا ترجون لله وقاراً(نوح).** ''تمھیں کیا ہوگیا۔تم اللہ سے کسی وقار کی توقع نہیں رکھتے؟''

دنیا میں ہمارا امیج خراب ہورہا ہے۔اسلام کا غلط تصور سامنے آرہا ہے:

کون سی دنیا؟ وہ جس نے ایک سرے سے دوسرے سرے تک توہین قرآن اور توہین رسالت کا ڈنکے کی چوٹ پر ارتکاب کیا۔جس نے لاکھوں مسلمانوں کو بہ اتفاق واتحاد تہہ وتیغ کیا۔گوانتانا مواور ابوغریب جیسی ان گنت جیلوں میں مسلمانوں پر انسانیت سوز مظالم ڈھائے۔اس دنیا کی ہمیں پروا کب ہونی چاہیئے؟؟؟

کم عمر بچے یرغمال بنائے گئے۔یہ ظلم ہے:

یرغمال کی اصطلاح (آج کی ساری جنگ اصطلاحات کی جنگ ہے) میڈیا پر متعارف کروادی گئی اور ہر چینل اور اخبار نے اس کی جگالی کی۔جسے سنتے سنتے ہم بھی وہی سمجھنے اور دہرانے لگے۔کیا لوگ نہیں جانتے کہ ٦ ماہ سے جاری اس پورے معاملے کو جذبہ جہاد کی قوت سے بھڑکانے، چلانے والے یہی طلباء اور طالبات تھے جو بار بار ٹیلی ویژن پر انٹرویو بھی دیتے رہے۔کسی صورت اپنے مطالبات سے دست بردار نہ ہونے کی کیفیت ان نوجوانوں (طلباء سے بڑھ کر طالبات) میں تھی۔یہ نفاذِ شریعت کا مطالبہ اور الجہاد الجہاد کے فلک شگاف نعرے لگانے والے لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے بچے تھے۔وہ پوری فضا اَن گنت سی ڈیز، جامعہ کے اخبارات اور کیسٹوں میں محفوظ ہے۔مسجد اور جامعہ سے نکل جانے کی کھلی اجازت تھی۔جس نے جانا چاہا وہ نکل کر جاتا رہا۔سیدنا حسینؓ کی مانند چراغ بجھا دیا۔جو چھوڑ کر جانا چاہے وہ چلا جائے۔جو اندر رہ گیا یہ وہ طلبا و طالبات تھے جو شہادت پر از خود بیعت کرکے رکے۔شہید عبدالرشید غازی کے ٹی وی انٹرویو بار بار اس صورت کو واضح کرتے رہے۔ہم یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ اسلام کے لئے کٹ مرنے کا جذبہ اگر کل سیدنا علیؓ (عمر ١٣ سال)، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ (١٦ سال)، حضرت زبیرؓ (١٨ سال) جیسے ان گنت کے پاس تھا اور اسلام کی تحریک چلانے اٹھانے والی یہی نوجوان نسل تھی جس کو اس وقت کفار کے بقول محمد ﷺ کے سحر نے برین واش کر رکھا تھا اور دارارقم کا یرغمال بنا رکھا تھا تو آج بھی یہ ان ہی کے بیٹے بیٹیاں ہیں۔جو والدین کے ساتھ جانے پر رضامند نہیں ہوئے۔حکومت کی بھرپور ترغیبات کے باوجود کوئی ایک طالبہ یا طالب علم بھی ایسا نہیں سامنے آیا جو 'یرغمالی' ہونے کا اعتراف کرے۔(گرفتار طالبات نے انکشاف کیا کہ ایسے بیان کے بدلے میں حکومت نے ٦٠ ہزار روپے فی کس کی پیش کش کی) امت بحمداللہ ابھی اتنی بانجھ نہیں ہوئی کہ پاکستان کے گناہوں (9/11 کے بعد سے آج تک) کا کفارہ چکانے کو چند بیٹے بیٹیاں پیش نہ کرسکے۔

برقعے کی کہانی بڑی شرمناک تھی۔فرار ہونے کی یہ کوشش نہایت افسوس ناک تھی:

یہ کہانی بھی اب اپنی اصل حقیقت کے ساتھ آچکی ہے۔مولانا عبدالعزیز کچھ غلط لوگوں پر اعتماد کر بیٹھے۔جسے میڈیا نے بدترین خبث باطن کے ساتھ طرح طرح دہرایا۔ایسے میں اللہ کی یہ ہدایت کیوں بھول گئے''جس وقت تم لوگوں نے اسے سنا تھا اسی وقت کیوں نہ مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے آپ سے نیک گمان کیا اور کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ صریح بہتان ہے''۔(النور: آیت۱۲)۔وہ شخص جو ایک بڑی تحریک کا داعی تھا۔جس نے ہر لمحہ استقامت دکھائی وہ کیوں کر فرار ہونے کی کوشش کرسکتا تھا۔اگر ہم اپنے محدود علم اور کمزور ایمان کے ساتھ اسے برا جانتے ہیں تو کیا وہ اسے برا نہ جانتے؟اس الزام کو دھونے،صاف کرنے کی بجائے ہم بھی مایوسی اور دکھ کا شکار ہوگئے۔ہماری سورۂ النور بہت کمزور ہے۔پروپیگنڈا دشمن کا قدیمی ہتھیار ہے۔اسی سے کام آج بھی لیا جارہا ہے۔واقعہ افک،حضرت زینب بنت جحشؓ سے نکاح(سورہ الاحزاب) کا معاملہ مکی دور میں اٹھائے جانے والا گردوغبار ہم سب اس سے بخوبی واقف ہیں۔شیطان(دنیائے کفرونفاق کا استاد)....... آج بھی وہی ہے۔اس کے ہتھکنڈے اور چالیں بھی وہی ہیں۔بادی النظر میں مولانا نے بھیس بدلنے کو تاریخ کے تناظر میں درست جان کر قدم اٹھایا۔''الحرب خدعة'' جنگ میں دھوکے کا جواز فراہم کرتی ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم،حضرت علیؓ کو بستر پر لٹا کر نکلے تھے۔کفار دھوکے میں رہے۔زبردستی برقع پہنا کر ٹی وی پر پیش کرنا جگر پاش تھا لیکن ایسے میں ہمدردی کس سے ہونی چاہیئے تھی؟اس شخص سے،جس کی تحقیر واہانت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی گئی۔پوری رات کے اعصاب شکن جسمانی ونفسیاتی تشدد و دباؤ کے بعد پوری قوم کے سامنے لاکر تذلیل کردی گئی۔اس کے باوجود وہ پورے صبر وتحمل برداشت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جواب دیتے رہے اور ایسے میں ہماری توپوں کے دہانے بھی انھی کی طرف ہوئے۔

یہ تو مدارس کے لوگ ہیں۔ان کا قضیہ مدرسے والے خود سنبھالیں:

یہ تفریق کیا ہمیں روا ہے؟ کیا اللہ کے حضور ہم یہ تقسیم رکھ کر جان چھڑا لیں گے؟ یہی ابلیس کی کارستانی ہے۔یہی سب سے پہلے پاکستان کا تصور ہے جو اس نے دور حاضر میں ہم پر انڈیلا۔'سب سے پہلے میری جماعت'، مجھے اوروں کا غم نہیں کھانا۔ذرا سوچیے شعب ابی طالب اور سیدنا حسینؓ کی ابتلاء کے مناظر جو تاریخ میں پڑھے۔وہ آج مجسم ہمارے سامنے ہیں۔عوام الناس تو بے حس تھے ہی،دینی وسیاسی جماعتیں،حقوق انسانی حتیٰ کہ حقوق حیوانی کا غم کھانے والے،عورتوں بچوں،نوجوانوں کو محصور دیکھ کر بھی بے حس وحرکت رہے۔کرسیوں کی خاطر سیکولر چیف جسٹس کی مہم میں جھنڈے لہرانے والے دم دبائے بیٹھے رہے۔گولیاں اور

گولے برستے رہے، دیواریں، کمرے منہدم ہوتے رہے۔ آگ بھڑکتی رہی۔ خوراک کا ذخیرہ ختم ہوگیا (پانی کی فراہمی روزانہ رات کو اللہ تعالیٰ خود بذریعہ بارش فرماتے رہے، ورنہ ایک قطرہ ان کے پاس نہ ہوتا۔) پورا اسلام آباد، پورا پاکستان دم سادھے دیکھتا رہا۔ ہم اللہ کے حضور کیونکر کھڑے ہوں گے؟ ہم سب خونخوار بلائیں بن گئے ہیں۔ ''آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو جو کمزور پا کر دبا لیے گئے ہیں اور فریاد کر رہے ہیں کہ خدایا! ہم کو اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم اور اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی حامی و مددگار پیدا کردے''۔ (النساء آیت ۷۵)

بار بار سوال اٹھایا جاتا ہے، ان کے پاس اسلحہ کیوں ہے؟ گویا وہ چڑیوں کبوتروں کی طرح تمھاری چاند ماری کا لقمہ بن کر ڈھیر ہو جاتے! گوانتاناموکے قیدیوں کی طرح سب کو ننگے بدن، ہاتھ پیچھے باندھ کر، آنکھوں پر پٹیاں چڑھا کر تذلیل کی بھینٹ چڑھا دیا جاتا؟ اول دن سے انھیں ٹرپل ون بریگیڈ چڑھالانے اور گن شپ ہیلی کاپٹروں سے بھون ڈالنے کی دھمکیاں دی جارہی تھیں۔ جس کی بنا پر انھوں نے اپنے تحفظ کا انتظام کیا جو ان کا حق تھا۔

یاد رکھیے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی جھگڑے میں ظلماً امداد دی یا جس نے ظلم (کرنے کے سلسلے) میں امداد دی وہ مسلسل اللہ کے غضب میں رہے گا۔ یہاں تک (کہ توبہ کرے اور خدا کی فرمانبرداری کی طرف) لوٹ آئے''۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

''جو شخص بھی کسی مسلمان کو کسی ایسی جگہ پر بے یار و مددگار چھوڑ دے جہاں اس کی حرمت پامال اور عزت مجروح کی جارہی ہو تو اللہ بھی اس کو کسی ایسی ہی جگہ پر بے یار و مددگار چھوڑ دے گا جہاں یہ چاہے گا کہ اس کی مدد کی جائے۔ اور جو شخص بھی کسی مسلمان کی کسی ایسی جگہ پر نصرت کرے گا جہاں اس کی عزت مجروح اور حرمت پامال کی جارہی ہو، تو اللہ کسی ایسی ہی جگہ پر اس کی نصرت فرمائے گا جہاں یہ چاہے گا کہ اس کی مدد کی جائے''۔

مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے؟

کفر اور کافروں سے دشمنی اور اہلِ ایمان سے وفاداری کا سبق ہمیں کتاب اللہ نے دیا ہے۔لیکن صد افسوس کہ آج اس سبق کو بالکلیہ فراموش کر دینے والوں کی کمی نہیں ۔متاعِ دنیا کے لیے اپنا ایمان بیچ دینے کی یہ روایت کہاں سے چلی،اس کے بیان کا یہ موقع نہیں ۔لیکن ماضی میں افراد ایمان فروشی کرتے تھے،اب پورے پورے لشکر چند ٹکوں کے عوض بک جاتے ہیں۔اگر صلیبیوں کی اتحادی (نا) پاک فوج ،امریکی ڈالروں کی خاطر مسجد و مدرسہ کی حرمت پامال کرنے سے نہیں چوکتی تو یہ کوئی مقامِ حیرت نہیں کیونکہ اس سے قبل انھی کے بے ننگ و نام اسلاف نے پندرہ روپے ماہوار کی خاطر کعبہ پر گولیاں برسائی تھیں۔آیئے کفر کی وفادار سپاہ کا حقیقی چہرہ پہچانیے ۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : **ومن يتولهم منكم فانه منهم** ۔شیخ احمد شاکر رحمۃ اللہ علیہ خلافتِ عثمانیہ کی طرف سے مصر کے قاضی مقرر تھے۔جب مصر پر برطانیہ کی صلیبی فوج نے حملہ کیا تو شیخ احمد شاکر رحمۃ اللہ علیہ نے صلیبی فوج کا ساتھ دینے والوں کو کافر قرار دیا۔جو لوگ آج امریکی و مغربی صلیبیوں کا ساتھ دے رہے ہیں،ان کے لئے اس فتوے میں آج بھی فکر کے بہت سے نکات موجود ہیں۔
یاد رہے کہ برطانیہ کے لیے مصر پر قبضے کا ''اعزاز'' رائل انڈین آرمی کے (کلمہ گو) فوجیوں کے حصے میں آیا تھا۔

[مسلمانوں کے خلاف جنگ میں] انگریزوں کے ساتھ کسی بھی نوعیت کا تعاون چاہے وہ کم ہو یا زیادہ، دین سے ارتداد اور کفر ہے۔جس کے بارے میں کوئی عذر یا تاویل قبول نہیں کی جائے گی۔ چاہے اس تعاون کی بنیاد احمقانہ عصبیت اور اندھی سیاست ہی کیوں نہ ہو۔ یہ منافقانہ طرزِ عمل ہے چاہے اس کے مرتکب افراد ہوں، حکومتیں ہوں، یا سربراہان ہوں۔ان سب پر کفر اور ارتداد کا حکم چسپاں ہوگا سوائے اس کے کہ کسی نے جہالت یا غلطی کی بنا پر اس کا ارتکاب کیا ہو اور اصل صورتِ حال جان لینے کے بعد تائب ہو کر اہلِ ایمان کے ساتھ شامل ہو جائے۔ایسے افراد کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی بخشش کی امید ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے لئے مخلص ہو جائیں اور سیاست اور انسانوں کی خوشی و ناخوشی سے بے نیاز ہو جائیں۔

میں نے انگریزوں کے ساتھ تعاون اور ان کے خلاف جنگ سے متعلق مسائل اور احکام کو کھول کھول کر بیان کر دیا ہے جس سے عربی زبان سے آشنا کسی بھی طبقہءفکر اور کرہء ارضی کے کسی بھی گوشے سے تعلق رکھنے

والے مسلمان بخوبی استفادہ کر سکتے ہیں۔

مجھے امید ہے کہ ان احکام کو پڑھنے کے بعد مزید کسی دلیل کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اس حوالے سے اہلِ فرانس کا معاملہ بھی وہی ہے جو برطانویوں کا ہے۔ اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں کی دشمنی میں اہلِ فرانس برطانیہ والوں سے کسی بھی طرح سے کم نہیں، بلکہ کچھ بڑھے ہوئے ہیں۔ دنیا میں جہاں جہاں بھی ان کو اقتدار اور نفوذ حاصل ہے یہ مسلمانوں کے خلاف اندھی دشمنی اور عصبیت رکھتے ہیں۔ جگہ جگہ انھوں نے مسلمانوں کا قتل عام کیا، ایسے ایسے جرائم کئے کہ جن کے سامنے انگریزوں کے جرائم اور درندگی ماند نظر آتے ہیں۔ اس لئے ان کے ساتھ تعلقات کے بارے میں بھی وہی احکام ہیں جو انگریزوں کے ساتھ تعلقات کے ضمن میں ہیں۔ کرۂ ارض کے کسی بھی گوشہ سے تعلق رکھنے والے مسلمان کے لئے ان کے ساتھ تعاون جائز نہیں، ان کا خون اور ان کے اموال مسلمانوں کے لیے حلال ہیں۔

ان کے ساتھ کسی بھی قسم کا تعاون کرنے پر بالکل وہی احکام لاگو ہوں گے جو انگریزوں کے ساتھ تعاون کرنے پر لاگو ہوتے ہیں، یعنی ارتداد اور ملتِ اسلامیہ سے خروج کے احکام۔

(آخر میں شیخؒ تحریر کرتے ہیں:)

کرۂ ارض کے مسلمانو! آگاہ رہو!

کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائیوں کی زبان اور ہاتھ سے مدد و نصرت کرنے کی بجائے اگر مسلمانوں کو اپنے گھروں سے نکالنے والے دشمنوں کی امداد کا مرتکب ہوگا یا ان کے ساتھ جنگ کرنے کی استطاعت رکھنے کے باوجود جنگ نہ کرے گا یا انگریزوں اور اہلِ فرانس کی اور ان کے حلیفوں اور ہمدردوں کی کسی بھی نوعیت کی امداد کا ارتکاب کرے گا، تو اگر اس کے بعد وہ نماز پڑھے گا تو اس کی نماز قبول نہیں ہوگی، وہ وضو، غسل یا تیمّم کر کے پاک ہونا چاہے گا تو اس کا یہ عمل قابلِ قبول نہیں ٹھیرے گا، وہ فرض یا نفل جو بھی روزے رکھے گا اس کے روزے باطل قرار پائیں گے، اس کا حج قبول نہیں ہوگا، وہ فرض زکوٰۃ ادا کرے گا یا صدقہ دے گا تو کچھ بھی قبول نہ کیا جائے گا، اس کی کسی بھی قسم کی عبادت لائقِ قبولیت نہیں ہوگی۔ ان میں سے کسی بھی کام کا اسے کوئی اجر نہیں ملے گا بلکہ الٹا وہ گنہ گار اور قابلِ مواخذہ ٹھہرے گا۔

پس ہر مسلمان اس بات سے خبردار رہے کہ وہ دین و ایمان کے لئے تباہ کن اس راستے پر چل پڑے جو اس کی تمام عبادت کو غارت کر دے اور اسے ارتداد کے جہنم میں لا گھسیٹے۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے والا کوئی مسلمان اس راستے پر چل پڑے کیونکہ کسی بھی عبادت کی قبولیت کا واحد معیار ایمان

ہے۔ یہ بات کسی بھی مسلمان سے پوشیدہ نہیں ہے اور کوئی بھی دو مسلمان اس کے بارے میں اختلاف نہیں رکھتے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ (المائدة: ۵)

''جو کوئی کفر کا ارتکاب کرے گا اس کا عمل ضائع جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں ہو جائے گا''۔

﴿ وَ لَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ (البقرہ: ۲۱۷)

''یہ تم سے جنگ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر ان کا بس چلے تو تمھیں تمھارے دین سے پھیر دیں اور جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر گیا اور اس حال میں اسے موت نے آ لیا تو وہ کافر قرار پائے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا و آخرت میں غارت گئے۔ یہ آگ والے ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے''۔

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ٥ فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ٥ وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ﴾ (مائدة: ۵۱-۵۳)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا رفیق نہ بناؤ۔ یہ آپس ہی میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں اور اگر تم میں سے کوئی ان کو اپنا رفیق بناتا ہے تو اس کا شمار بھی پھر انھی میں ہوگا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ظالموں کو اپنی رہنمائی سے محروم کر دیتا ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے وہ انھی میں دوڑ دھوپ کرتے پھرتے ہیں۔ کہتے ہیں ہمیں ڈر لگتا ہے کہ کہیں ہم کسی مصیبت کے چکر میں نہ پھنس جائیں۔ مگر بعید نہیں کہ اللہ جب تمھیں فیصلہ کن فتح بخشے گا یا اپنی طرف سے کوئی اور بات ظاہر کرے گا تو یہ لوگ اپنے اس نفاق پر جسے یہ دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں نادم ہوں گے اور اس وقت

اہلِ ایمان کہیں گے کیا یہ وہی لوگ ہیں جو اللہ کے نام سے کڑی کڑی قسمیں کھا کر یقین دلاتے تھے کہ ہم تمھارے ساتھ ہیں۔ ان کے سارے اعمال ضائع ہو گئے اور آخر کار یہ نامراد ہو کر رہے"۔

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ وَ اَمْلٰى لَهُمْ ○ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ○ فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ ○ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَ كَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ○ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ○ وَ لَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ وَ لَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ○ وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَ الصّٰبِرِيْنَ وَ نَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ شَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا وَ سَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ○ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ○ فَلَا تَهِنُوْا وَ تَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ وَ اللّٰهُ مَعَكُمْ وَ لَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴾(محمد: ۲۵-۳۵)

"حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ ہدایت واضح ہو جانے کے بعد اس سے پھر گئے اور ان کے لئے شیطان نے اس روش کو سہل بنا دیا اور جھوٹی توقعات کا سلسلہ ان کے لئے دراز کر رکھا ہے اسی لئے انھوں نے اللہ کے نازل کردہ دین کو ناپسند کرنے والوں سے کہہ دیا کہ بعض معاملات میں ہم تمھاری مانیں گے۔ اللہ ان کی خفیہ باتیں خوب جانتا ہے۔ پھر اس وقت کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی روحیں قبض کریں گے اور ان کے منہ اور پیٹھوں پر مارتے ہوئے انھیں لے جائیں گے۔ یہ اسی لئے تو ہوگا کہ انھوں نے اس طریقے کی پیروی کی جو اللہ کو ناراض کرنے والا ہے اور اس کی رضا کا راستہ اختیار کرنا ناپسند کیا۔ اسی بناء پر اس نے ان کے سب اعمال ضائع کر دیئے۔ کیا وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ اللہ ان کے دلوں کی کھوٹ ظاہر نہیں کرے گا؟ ہم چاہیں تو انھیں تم کو آنکھوں سے دکھا دیں اور ان کے چہروں سے تم ان کو پہچان لو۔ مگر ان کے اندازِ کلام سے تو تم ان کو جان ہی لو گے۔ اللہ تم سب کے اعمال سے خوب واقف ہے۔ ہم ضرور تم لوگوں کو آزمائش میں ڈالیں گے تاکہ تمھارے حالات کی جانچ کریں اور دیکھ لیں کہ تم میں مجاہد اور ثابت قدم کون ہیں۔ جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا اور رسول

سے جھگڑا کیا جب کہ ان پر راہ راست واضح ہو چکی تھی درحقیقت وہ اللہ کا کوئی نقصان بھی نہیں کر سکتے بلکہ اللہ ہی ان کا سب کیا کرایا غارت کردے گا۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال برباد نہ کرو۔ کفر کرنے والوں اور راہ خدا سے روکنے والوں اور مرتے دم تک کفر پر جمے رہنے والوں کو تو اللہ ہرگز معاف نہ کرے گا۔ پس تم بودے نہ بنو اور صلح کی درخواست نہ کرو تم ہی غالب رہنے والے ہو۔ اللہ تمھارے ساتھ ہے اور تمھارے اعمال کو وہ ہرگز ضائع نہ کرے گا''۔

ہر مسلمان مرد و عورت جان لے!

وہ لوگ جو اپنے دین سے نکل کر دشمنوں کے مددگار بن جائیں ان کے ساتھ شادی کرنے والے کا رشتہء زوجیت باطل ہے، جس کی صحت کا دور دراز تک کوئی امکان نہیں ہے ایسے نکاح پر نکاح کے کوئی اثرات (احکام) لاگو نہ ہوں گے یعنی نسب، میراث وغیرہ سب باطل ہوں گے۔ اور جو کوئی ان سے پہلے سے رشتہء زوجیت میں منسلک ہے اس کا یہ رشتہ باطل ہو جائے گا۔ ان میں سے جو کوئی تائب ہو کر اپنے پروردگار اور اپنے دین کی طرف رجوع کرلے، اپنے دشمن کے ساتھ جنگ کرے اور اپنی امت کی نصرت و امداد کرے، تو چونکہ حالت ارتداد میں یہ اپنی اس بیوی کا جس کے ساتھ اس کی شادی ہوئی تھی شوہر باقی نہیں رہا تھا اس لئے ضروری ہے کہ توبہ کے بعد وہ اس کے ساتھ شرعی نکاح کا دوبارہ اہتمام کرے۔

کرہ زمین کے کسی بھی خطے سے تعلق رکھنے والی مسلمان خواتین کے لئے ضروری ہے کہ وہ اچھی طرح یقین حاصل کرلیں کہ جن کو وہ اپنی عزتوں کا محافظ اور نگران بنانے چلی ہیں اور جن کے ساتھ وہ رشتہ ازدواج و مناکحت استوار کر رہی ہیں وہ کہیں اللہ اور رسول کے اس باغی گروہ سے تعلق تو نہیں رکھتے۔ ایسی صورت میں ان کا نکاح باطل ہو جائے گا اور وہ ایسے مردوں پر اس وقت تک حرام قرار پائیں گی جب تک وہ اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کر کے اپنے طرز عمل کی اصلاح نہیں کر لیتے اور از سر نو ان کے ساتھ رشتہ مناکحت استوار نہیں کر لیتے۔

مسلمان خواتین جان لیں کہ!

جو بھی خاتون کسی ایسے فرد سے شادی پر رضامند ہو جس کی ایسی صورت حال کا اسے علم ہو یا ایسی صورت حال جان لینے کے باوجود اس کے ساتھ رہنے پر پھر بھی راضی رہے تو وہ حالت ارتداد میں اس کے ساتھ شریک ہے۔ اس پر ارتداد کے وہی احکام نافذ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ اس سے کہ مسلمان خواتین اپنے لئے اور اپنی آنے والی نسلوں کے لئے اس پر رضامند ہوں۔

آ گاہ رہیے کہ یہ معاملہ اتنا آسان نہیں ہے۔ اگرچہ قانون کی نظر سے دشمنوں کے مددگاروں کا بچ جانا مشکل نہیں ہے، اگرچہ مجرموں کو بری ثابت کرنے کے بھی کئی حیلے بہانے تلاش کئے جاسکتے ہیں، توڑ مروڑ کر دلائل بھی پیش کئے جاسکتے ہیں مگر یاد رہے کہ امتِ مسلمہ اقامتِ دین حق کی ذمہ داری سے کسی صورت بھی سبک دوش نہیں ہوسکتی۔ دین حق کی نصرت کا فریضہ ہر حال میں اس پر عائد رہے گا۔ امت کے تمام افراد قیامت کے روز فرداً فرداً اللہ تعالیٰ کے سامنے اس ذمہ داری کی ادائیگی کے حوالے سے اپنے کردار کے بارے میں جوابدہ ہوں گے۔

ہر فرد کو جان لینا چاہئے کہ وہ خیانت کرنے والوں کی خیانت سے اپنے مذہب وملت کو کس طرح محفوظ رکھ سکتا ہے۔ اپنی متاعِ دین وایمان کی حفاظت کس طرح کرسکتا ہے۔ کامیابی ونصرت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور وہ جس طرح چاہے اپنے بندوں کی نصرت فرما سکتا ہے''۔

(کلمہ حق / ص ۱۲۶۔۱۲۷)

احترام صحابہؓ

''حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات سے واپسی میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے انتظار کی خاطر دیر فرمائی۔ لوگوں نے دیکھا کہ ایک چپٹی ناک والے سیاہ رنگ کے نوجوان (اسامہ) آپہنچے (تو آپ چل پڑے)۔ یمن کے لوگوں نے (جو اس موقع پر موجود تھے کراہت کا اظہار کرتے ہوئے) کہا: اچھا! ہمیں اس شخص کی خاطر روکا گیا (یعنی اس حقیر چپٹی ناک اور کالے رنگ والے نوجوان کے سبب جو کسی قدر و قیمت کا حامل نہیں ہے)۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یمن والے اس تحقیر آمیز جملے کی پاداش میں کافر ہوگئے۔

ابنِ سعد کہتے ہیں کہ میں نے یزید بن ہارون سے 'کافر ہوگئے' کا مطلب پوچھا تو انھوں نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جو لوگ مرتد ہو گئے تھے، ان میں یمن کے وہ لوگ بھی شامل تھے جنھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ عمل اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی شان میں یہ توہین آمیز جملہ زبان سے نکالا۔ اسی کا وبال ان پر مرتد ہو جانے کی شکل میں پڑا''۔ (ابنِ سعد، جلد ۴، ص ۴۴)

سرزمینِ خراسان کی تازہ داستان

جہاں صلیبی مغرب اپنی بقا کی آخری جنگ لڑ رہا ہے

محمود غزنوی امارتِ اسلامیہ افغانستان کے جنوبی علاقوں کے جنگی کمان دان ہیں اور صلیبی مقبوضہ افغانستان پر کفر کی یلغار کے اوّل روز سے آج تک برسرِ جنگ ہیں۔ ذیل میں ہم ان سے کی گئی گفتگو پیش کر رہے ہیں، جس سے آپ افغانستان کی تازہ صورتِ حال، اور مختلف امور پر امارتِ اسلامیہ کے موقف سے متعلق آگاہی حاصل کر سکتے ہیں۔

حطین: کیا امارتِ اسلامیہ افغانستان قائم ہے، جہاد کر رہی ہے اور امیر المومنین ملا محمد عمر خود میدانِ قتال میں موجود ہیں؟

غزنوی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، و الحمدللّٰہ و الصلوٰۃ و السلام علی مَنُ لانبی بعدہ، **الحمدللہ** امارتِ اسلامیہ اب بھی افغانستان میں قائم ہے اور بہت سی ولایتوں (صوبوں) کے اکثر ولس والی (ضلعوں) پر اس کا قبضہ مستحکم ہے۔ امیر المومنین ملا محمد عمر خود افغانستان میں رہتے ہوئے مجاہدین کی قیادت کر رہے ہیں اور میں پراُمید ہوں کہ وہ وقت دور نہیں جب اسلامی امارت کا جھنڈا دیگر ولایتوں بشمول کابل پر لہرا رہا ہوگا۔

حطین: امریکا کا دعویٰ ہے کہ ہم نے طالبان کی قوت توڑ دی ہے اور ان کا کوئی مستقبل نہیں، آپ اس بارے میں کیا کہیں گے؟

غزنوی: امریکا کے اس دعوے کی قلعی تو افغانستان کے طول وعرض میں ہونے والی جہادی کارروائیوں نے بہت عرصہ پہلے سے کھول کر رکھ دی ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ افغانستان میں امریکا کا یہ چھٹا سال ہے اور دنیا دیکھ چکی ہے کہ یہ اب تک افغانستان کے حالات کو اپنی مرضی کے موافق اور قابو میں نہیں لا سکا۔ یہی وجہ ہے کہ افغانستان میں امریکیوں کا مرتد آلہء کار کرزئی بھی مجاہدین کی طاقت کو تسلیم کرکے انھیں مذاکرات کی دعوت دینے پر مجبور ہو چکا ہے، یہ الگ بات ہے کہ امارتِ اسلامیہ نے اس کی ان پیش کشوں کو پائے حقارت

سے ٹھکرا دیا ہے۔ افغانستان لاکھوں شہداء کی سرزمین ہے اس میں کسی طاغوت کے لیے کوئی گنجائش نہیں، قطع نظر اس بات سے کہ طاغوت امریکی ہو یا افغانی۔ میں آپ کو اطمینان دلاتا ہوں کہ ان شاء اللہ افغانستان میں شرعی نظام قائم ہو کر رہے گا۔

حطین: افغانستان میں مجاہدین کی کارروائیوں کے بارے میں کچھ بتائیں۔ کیا ان کی گرفت مضبوط ہے، اور یہ بھی بتائیں کہ امریکا اور نیٹو افواج کس حال میں ہیں؟

غزنوی: الحمدللہ! آپ روزانہ کی کارروائیوں سے خود آگاہ ہو سکتے ہیں۔ ذرائع ابلاغ اس پر گواہ ہیں کہ صلیبی افواج آج نہایت بری حالت میں ہیں، آئے دن ان کا حال بد سے بدتر ہوتا جا رہا ہے اور اللہ کی مدد سے مجاہدین کے ہاتھوں مسلسل ایسے علاقے فتح ہو رہے ہیں جو پہلے امریکیوں کے تسلط میں تھے۔ آپ نے دیکھا کہ ہلمند کے علاقہ میں ایک مہینہ پہلے صلیبیوں نے ''اورے شل'' کے نام سے آپریشن شروع کیا تھا جو بری طرح ناکام ہوا۔ یہی صورتِ حال قندھار، ارزگان اور زابل میں بھی ہے۔ پکتیکا، نورستان اور کنڑ میں بھی ان کو پے در پے ناکامیوں کا سامنا ہے، خصوصاً ایسے علاقے بھی جہاں کوئی یہ تصور نہیں کرتا تھا کہ وہاں بھی کارروائیاں شروع ہو جائیں گی مثلاً کاپیسا کا علاقہ، الحمدللہ وہاں بھی نہ صرف عملیات جاری ہیں بلکہ باقاعدہ جنگ کے بعد مجاہدین کی گرفت مضبوط ہوئی ہے۔ امارتِ اسلامیہ کی کوشش ہے کہ شمالی علاقوں میں جو بکھرے ہوئے مجاہدین موجود ہیں ان کی قوت کو منظّم کریں اور دشمن پر زمین تنگ کریں۔

دوسری طرف صلیبیوں کی کوشش ہے کہ کسی طرح طالبان کو مذاکرات کی طرف لائیں اور حکومت میں شریک کریں۔ ان کی یہ کوشش ہی ان کے ضعف اور ناکامی کی دلیل ہے۔ بہت جلد ان شاء اللہ اُمت مسلمہ یہ خوش خبری سنے گی کہ افغانستان میں امریکیوں کی کمر ٹوٹ گئی ہے۔

حطین: افغانستان کے عوام میں بیداری کی صورتِ حال کیسی ہے اور طالبان مجاہدین کے ساتھ ان کا تعاون کہاں تک موجود ہے؟

غزنوی: الحمدللہ روز بروز یہ بیداری بڑھ رہی ہے۔ ان پر حقیقت واضح ہو رہی ہے کہ مجاہدین حق پر ہیں، اسلامی شریعت لانے کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں، جب کہ صلیبی اور اُن کے آلہ کار اُن کے دین وتہذیب کے دشمن ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عوام کا تعاون بڑھ رہا ہے اور مجھے یقین ہے کہ اگر ایک ولایت بھی افغانستان میں مجاہدین کے لئے صحیح معنوں میں پشتی بان بن گئی تو دور نہیں کہ امریکا افغانستان میں ذلیل ورسوا ہو جائے۔ ایسے علاقے بھی ہیں جہاں ۹۰ فی صد افغان باشندے مجاہدین کے نہ صرف حامی ہیں بلکہ ہر قسم کی مدد میں ایک

دوسرے سے سبقت لے جانے پر فخر کر رہے ہیں اور باقی ۱۰ فی صد بھی مجاہدین کی طرف راغب ہو رہے ہیں۔

حطین: پورے افغانستان خصوصاً جنوبی ولایات میں حالات کیسے ہیں؟ مجاہدین کتنے مستحکم ہیں اور امریکا اور نیٹو کا حال کیا ہے؟

غزنوی: الحمدللہ جنوبی ولایتوں میں مجاہدین پہلے بھی کمزور نہیں تھے مگر اب تو اللہ کا فضل ہے کہ خاصے مضبوط ہو گئے ہیں، اس لئے کہ مقامی مسلمانوں کا مکمل تعاون شامل حال ہے۔ دشمن یہاں بالکل ناکام ہے اور مختلف بہانوں سے فرار کی راہ ڈھونڈتا ہے۔ کبھی علاقے کے معززین سے صلح کر کے علاقہ چھوڑ دیتا ہے، کبھی کسی دوسرے بہانے سے اپنی کمزوری کو چھپاتا ہے۔ ان شاءاللہ بہت جلد جنوبی ولایتوں جیسی صورتِ حال سارے افغانستان میں پیدا ہوگی اور دشمن کو دندان شکن جواب مل جائے گا۔

حطین: افغانستان میں امریکا کے اہداف کیا ہیں؟ مغرب مجاہدین سے کیوں خوف کھاتا ہے؟

غزنوی: امریکا کے اہداف صرف افغانستان میں نہیں پوری مسلم دنیا میں ہیں۔ اگر ہم دنیا پر ایک نظر دوڑائیں تو جان لیں گے کہ امریکا کا ہدف اسلام ہے۔ دنیا سے قرآن اور اس کی دعوت کو ختم کرنا اُن کا نصب العین ہے۔ امریکا اس وقت عالمِ کفر کا سالار ہے، چنانچہ امت مسلمہ کے خلاف اس صلیبی جنگ کی قیادت بھی وہی کر رہا ہے۔

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ امارتِ اسلامیہ پر صلیبی یلغار گیارہ ستمبر کے مبارک حملوں کا نتیجہ ہے۔ حالانکہ یہ حقائق سے صریح بے خبری کی علامت ہے۔ اب تو خود ان کے اپنے لوگ (جنرل ٹومی فرینکس وغیرہ) بھی لکھ رہے ہیں کہ گیارہ ستمبر کی کارروائی سے پہلے ہی پینٹاگون میں افغانستان پر حملے کا منصوبہ ترتیب پا چکا تھا۔ ظاہر ہے کہ افغانستان کے چٹیل پہاڑوں پر قبضے کا اس کے علاوہ کیا مقصد ہو سکتا ہے کہ امارتِ اسلامیہ کے قیام سے امت کے اندر احیائے خلافت کی جو امید جاگ اٹھی تھی اسے ختم کر دیا جائے۔ اور 'خلافت بذریعہ جہاد' کے بجائے 'قومی جمہوری ریاست' کے تصور کو باقی رکھا جائے۔ یہاں میں اپنے مسلمان بھائیوں سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ موجودہ حالات کو حق و باطل کی ازلی کش مکش کے تناظر میں دیکھیں، خواہ مخواہ کی خیال آرائیوں کی بجائے قرآن پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے خلاف اہلِ باطل کی جنگ کے مقاصد، ہمیں واضح طور پر بتا دیئے ہیں، ارشادِ پاک ہے: ﴿وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوا﴾ (اور یہ تم سے جنگ کرتے (ہی) رہیں گے یہاں تک کہ تمھیں تمھارے دین سے پھیر دیں، اگر ان کا بس چلے)

حطین: دنیامیں جمہوریت کا بول بالا ہے، صلیبی مغرب افغانستان میں بھی جمہوریت کا قیام چاہتا ہے جب کہ آپ جمہوریت کی بجائے امارتِ اسلامیہ کے علم بردار ہیں۔آپ جمہوریت کے مخالف کیوں ہیں؟

غزنوی: ہر مسلمان جانتا ہے کہ دینِ اسلام ہر لحاظ سے ایک مکمل دین ہے۔ چنانچہ ہمیں اپنے لیے کوئی بھی نظام کافروں سے درآمد کرنے کی ضرورت نہیں۔ہم جمہوریت کو کیسے قبول کر سکتے ہیں جب کہ یہ ایک خالص شرکیہ نظام ہے۔خود جمہوریت کی جو تعریف ہے، یعنی ''عوام کی حکومت، عوام کے ذریعے اور عوام کے لیے'' اس کا پہلا نکتہ ہی اسلام کی ضد ہے۔اسلام تو اللہ کی حکمرانی تسلیم کرواتا ہے اور وہاں بندوں کی حکومت منوائی جارہی ہے۔ ہماری دعوت تو وہی ہے جو حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ نے رستم کے سامنے بیان فرمائی تھی کہ''**ابتعثنا الله لنخرج العباد من عبادة العباد الی عبادة رب العباد**''

''اللہ نے ہمیں اس لیے اٹھایا ہے کہ بندوں کو بندوں کی غلامی سے نکال کر ان کے رب کی غلامی میں دے دیں''۔

حطین: کچھ لوگ چاہتے ہیں کہ امریکی اور نیٹو افواج نکل جائیں تو اس کے بعد منصفانہ انتخابات کرائے جائیں، آپ کی کیا رائے ہے؟

غزنوی: صلیبیوں کے خلاف جہاد کا مقصد اسلام نافذ کرنا ہے، ان کے نکلنے کے بعد یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم پھر اپنی زمین پر ایک غیر اسلامی نظام یعنی جمہوریت رائج کریں۔ امریکا تو چاہتا ہے کہ افغان عوام اپنی جہادی ثقافت ترک کر کے دوسرے مسلمان ممالک کی طرح جمہوری تماشے کا حصہ بن جائیں۔ اگر امریکا کو یقین ہو جائے کہ اس کے نکلنے کے بعد یہاں جمہوری انتخابی نظام رائج ہوسکتا ہے تو وہ کل کی بجائے آج افغانستان چھوڑ دے کیونکہ مغربی کفر کو جمہوریت سے نہیں جہاد سے خطرہ ہے۔امارتِ اسلامیہ کل بھی جہاد کے ذریعے قائم ہوئی تھی نہ کہ انتخابات کے ذریعے، اور آئندہ بھی ایسے ہی ہوگا ان شاء اللہ۔

حطین: مجاہدین کو کن مشکلات اور مسائل کا سامنا ہے؟

غزنوی: الحمدللہ مجاہدین محاذوں پر پوری طرح مطمئن ہیں اور دل میں شہادت کی آرزو لئے ہوئے ہیں۔ جہاد میں ہمیشہ مشکلات ہوتی ہیں۔ جسمانی تکالیف کا سامنا رہتا ہے، اسلحے کی کمی واقع ہوتی ہے، مالی مسائل ہوتے ہیں مگر مجاہدین اس سب کچھ کو اللہ کی طرف سے آزمائش سمجھ کر، اس کے شکرگزار رہتے ہیں اور ہر وقت مزید قربانیوں کے لئے تیار رہتے ہیں اور کفر کو اپنے تابڑ توڑ حملوں سے بے حال کیے رکھتے ہیں۔ الحمدللہ

مجاہدین منظّم ہیں اور روز بروز مزید منظّم اور مضبوط ہو رہے ہیں۔

حطین: کیا حکومتِ پاکستان اور آئی ایس آئی آپ کی مدد کر رہی ہے؟ بعض حلقے یہ الزام لگاتے ہیں کہ طالبان کو تقویت دینے میں آئی ایس آئی کا بہت بڑا ہاتھ ہے؟

غزنوی: یہ سراسر جھوٹ پر مبنی پروپیگنڈا ہے۔ افغانستان میں روس کے خلاف مجاہدین کو فتح ہوئی تو اسے امریکی اسٹینگر میزائلوں کے کھاتے میں ڈال دیا گیا۔ اب اللہ تعالیٰ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ خود امریکا کے خلاف مجاہدین ایسے حالات میں کامیاب جنگ لڑ رہے ہیں جب کہ ساری دنیا کے طواغیت ان کے خلاف ہیں۔ اللہ اپنے بندوں کی مدد کرنا چاہے تو ان کے مقابلے میں اُترنے والے خواہ آئی ایس آئی والے ہوں یا چین، روس اور عرب کے مرتد حکمران، اللہ کے بندے ہی غالب ہوتے ہیں۔ یہ صرف اور صرف کلمہءتوحید اور اس پر غیر متزلزل عقیدہ کے نتائج ہیں۔

بے شک آج مجاہدین مالی وسائل کے لحاظ سے کمزور ہیں مگر ان طاغوتوں سے مدد اور تعاون لینا ایک شیطانی راستہ ہے۔ جو لوگ یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ مخلص مسلمانوں کے حوصلے پست کریں، ان کو دھوکہ دیں اور انھیں بے دلی کا شکار کریں۔ آپ کو معلوم ہے کہ امارتِ اسلامیہ کے قیام کے دوران میں بھی بعض لوگ طالبان کو آئی ایس آئی کے ایجنٹ کہتے ہوئے نہیں شرماتے تھے مگر اس الزام کی اصلیت بھی اللہ تعالیٰ نے کھول دی جب طالبان مجاہدین، امریکا اور اس کے حلیفوں کے خلاف ڈٹ گئے اور آج بھی ان کے خلاف خون ریز جنگ میں مصروف ہیں۔ الحمدللہ ہم امیر المومنین ملا محمد عمر کی قیادت، اور دوسرے حق پرست علماء کی رہنمائی میں جہاد کر رہے ہیں۔ ہم کبھی کسی دوسرے کے زیرِ اثر نہیں رہے اور نہ ہی ہم یہ بات قبول کر سکتے ہیں کیونکہ طواغیت کے زیرِ اثر جہاد کرنا ہم خلافِ حق سمجھتے ہیں۔ یہ قرآن کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ جو لوگ یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں ان کے جھوٹ کو اب مسلمان عوام جانتے ہیں۔ حق چھپائے نہیں چھپتا۔ مسلمان اب سمجھ گئے ہیں کہ یہ پروپیگنڈا کرنے والے اسلام کے مخالف ہیں، مسلمانوں کے خیر خواہ نہیں ہیں۔

دوسری بات یہ کہ ہم کیسے پاکستان سے تعاون اور آئی ایس آئی سے راہنمائی لینے کا سوچ سکتے ہیں جب کہ حکومتِ پاکستان ہی کے تعاون سے امریکا کا افغانستان پر قبضہ ممکن ہوا۔ پاکستان نے بے شمار عرب اور طالبان مجاہدین کو امریکا کے حوالے کیا ہے جو آج تک کیوبا، باگرام اور پل چرخی کے اذیت خانوں میں اپنے شب و روز کاٹ رہے ہیں۔ بے شمار فرشتہ صفت عرب و طالبان مجاہدین کے خون سے پاکستانی افواج اور ایجنسیوں کے ہاتھ رنگے ہوئے ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ دنیا میں ہر جگہ مسلم عوام میں ایسے لوگ موجود ہیں جو

حق پرست ہیں، حق کے طالب ہیں اور صرف حق کی محبت ہی دلوں میں رکھتے ہیں۔ ہمارا جہاد اللہ کے بعد ایسے حق پرست مسلمانوں ہی کی مدد سے جاری ہے۔

حطین: ملا اختر عثمانیؒ شہید کی شہادت کیسے واقع ہوئی تھی؟

غزنوی: آپ کو معلوم ہے کہ ملعون صلیبی، امارتِ اسلامیہ کے امراء کے خون کے پیاسے ہیں اور ان کے پیچھے ہمہ وقت جاسوس چھوڑے رکھتے ہیں، جاسوسی کے نتیجے میں ہی ان کی شہادت واقع ہوئی، اللہ تعالیٰ کو ان کی شہادت اسی وقت منظور تھی۔ دشمن کی بہت کوشش تھی کہ شہید کو زندہ گرفتار کرے مگر یہ اللہ کا خصوصی کرم اور شہید کو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ کرامت تھی کہ دشمن کی یہ خواہش پوری نہ ہوئی۔ میدانِ جہاد میں جتنے بھی مجاہدین ہیں، یہ سب دل میں شہادت کی آرزو لئے ہوئے ہیں۔ ان کے سامنے دو بہترین انجام ہیں؛ شہید ہو جائیں یا غازی بن کر کافروں پر آگ برساتے رہیں۔

حطین: چند ماہ پہلے ملا داد اللہ شہید کی شہادت کا واقعہ پیش آیا، کیا جاری جہاد افغانستان پر اس واقعہ کا کوئی اثر ہوگا؟

غزنوی: ملا داد اللہ شہید نہایت مخلص، مجاہد رہنما تھے۔ وہ ہمہ وقت جدوجہد کرنے والے اور کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کرنے والے تھے۔ امارتِ اسلامیہ افغانستان کے لئے ان کی عظیم خدمات ہیں۔ ان کی شہادت سے یقیناً ایک بڑا نقصان واقع ہوا ہے مگر الحمدللہ مجاہدین میں بہت سے ایسے باصلاحیت اور قابل مجاہد موجود ہیں جو ملا داد اللہ شہید کی قربانی کی برکت سے جہاد کو مضبوط کریں گے اور آگے بڑھائیں گے۔ ایک داد اللہ شہید کی شہادت سے ہزاروں داد اللہ پیدا ہوئے ہیں جو میدان میں سرگرم عمل ہیں۔ ملا داد اللہ شہید کی شہادت نے مجاہدین کے حوصلے پست نہیں کئے بلکہ ان کو جلا بخشی ہے۔ وہ ہر وقت شہادت کے لئے بے تاب رہتے تھے۔ مجاہدین کو ان کی ہمیشہ یہ وصیت رہتی تھی کہ وہ اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے اخلاص کے ساتھ اس جہاد کو جاری رکھیں اور کبھی بھی پریشانی اور مایوسی کا شکار نہ ہوں۔ ہم مطمئن ہیں کہ ان شاء اللہ ان کا خون رنگ لائے گا اور ایک دفعہ پھر پورے افغانستان پر امارتِ اسلامیہ قائم ہوگی۔

ہمیں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ جہادی زندگی میں ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی عظیم ہستی بھی دنیا سے کوچ فرما گئی، ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء بھی اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔ ہر ذی روح کو موت کی آغوش میں جانا ہے۔ زندگی تو سب نے گزارنی ہے اور موت سب کو آنی ہے۔ کامیابی یہ ہے کہ زندگی اللہ کی غلامی میں بسر ہو اور موت وہ نصیب ہو جو اللہ کی محبوب موت ہو۔ وہ

خوش نصیب انسان تھے کہ جہاد کی پُر سعادت زندگی گزاری اور شہادت کی موت پائی۔ایسی زندگی اور موت اللہ ہمیں بھی نصیب فرمائے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)۔ یہ شہادت اللہ تعالیٰ ہر کسی کو نہیں دیتا بلکہ بہت کم لوگوں کو ملتی ہے تو ملا داد اللہ شہید ہمارے لئے قابل رشک ہیں جن کو یہ غیر معمولی اور عظیم کامیابی ملی۔

حطین: کیا شمالی افغانستان میں مجاہدین موجود ہیں؟ کیا وہاں کارروائیاں ہوتی رہتی ہیں؟

غزنوی: شمالی افغانستان میں جنوبی ولایتوں کی نسبت کارروائیاں کم ہیں مگر الحمدللہ وہاں مجاہدین موجود ضرور ہیں اور امارتِ اسلامیہ کے تحت کارروائیاں کرتے ہیں۔کارروائیاں کم اس لئے ہیں کہ امارت، حکمت عملی اور چند مصالح کی بنیاد پر دائرہ نہیں بڑھا رہی۔ان شاء اللہ بہت جلد ادھر بھی کارروائیاں تیز کی جائیں گی اور امریکا و امریکی آلۂ کاروں کی زندگیاں اجیرن بنا دی جائیں گی۔

حطین: ماضی کی نسبت آج افغانستان میں کارروائیاں کس رفتار سے جاری ہیں؟ اور دشمن کے نقصانات کی کیا تفصیل ہے؟

غزنوی: موقع محل کے لحاظ سے کارروائیوں کی تعداد مختلف ہوتی ہے۔ یہ کارروائیاں چونکہ امراء ترتیب دیتے ہیں، اس لئے بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک دن میں ۲۰،۳۰ کارروائیاں مختلف اولس والیوں میں ہو جاتی ہیں اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ تعداد بہت کم ہوتی ہے۔بعض کارروائیوں کی کوئی خاص تعداد متعین نہیں ہوتی، کارروائیاں ہوتی ہیں مگر کسی ترتیب کے ساتھ نہیں بلکہ حالات کے مطابق، چھاپہ مار جنگ کی صورت حال ایسی ہی ہوتی ہے۔

حطین: افغانستان میں آج جو جہاد جاری ہے، کیا اُس میں اُمت مسلمہ کے دیگر ممالک سے بھی مسلمان شریک ہیں؟

غزنوی: الحمد للہ !افغانستان کے جہاد میں ساری دنیا کے مسلمانوں کی نمائندگی موجود ہے۔مجاہدین کی ایک بڑی تعداد عملی طور پر یہاں موجود ہیں اور جو کسی وجہ سے شریک نہیں ہو سکے، وہ مالی اور فنّی مدد کر رہے ہیں۔مسلمانوں نے اس جہاد میں ہماری مدد کرنے سے ہاتھ نہیں کھینچے ہیں۔ہم ان کے شکر گزار ہیں، خصوصاً پاکستانی عوام اور عرب مسلمانوں کے، جنھوں نے ہر طریقے سے ہماری مدد کی اور مدد کر رہے ہیں۔ میں اللہ سے پر اُمید ہوں کہ ان جان نثار مجاہدین کی قربانیوں کی برکت سے اللہ کا نظام صرف افغانستان میں نہیں بلکہ

ساری دنیا میں ان شاء اللہ نافذ ہو کر رہے گا۔ اور ان شاء اللہ نظامِ قرآنی کے ثمرات پوری دنیا کے مسلمان سمیٹیں گے۔ صرف پاکستان اور عرب کے عوام نہیں بلکہ امریکا، برطانیہ، تاجکستان، ازبکستان اور دنیا کے کونے کونے میں ایمانی جذبہ و غیرت سے سرشار مسلمان ہماری مدد میں، خالص اللہ کی رضا کے لئے پیش پیش ہیں۔ ہم ان بھائیوں کو کبھی بھول نہیں سکتے۔ اپنی دعاؤں میں ہمیشہ یہ بھائی ہمیں یاد رہتے ہیں۔ ہم دوسرے مسلمان بھائیوں سے بھی، جن تک ہماری یہ آواز پہنچے، یہ درخواست کرتے ہیں کہ جہاد فی سبیل اللہ کے اس فریضہ میں ہمارے ساتھ تعاون کریں۔

حطین: کیا شہیدی حملے جاری ہیں؟ کون لوگ یہ حملے کرتے ہیں؟ اور اس کے نتائج کیا ہیں؟

غزنوی: الحمدللہ افغانستان کے نوجوان تو کیا پاکستان، برطانیہ، ترکی اور عرب ممالک سمیت ساری اُمت مسلمہ کے نوجوان افغانستان میں شہیدی حملوں کے لئے خود کو پیش کر رہے ہیں۔ یہ حملے کفر کے خلاف بہت مؤثر ہیں۔ دشمن کے مقابلے میں کم وسائل کے باوجود یہ صرف ان شہیدی حملوں کے اثرات ہیں کہ دشمن مستقلاً خوف میں ہے اور انھیں آرام و سکون کے چند لمحے بھی میسر نہیں۔ ان کے پاس ان حملوں کا کوئی توڑ نہیں بلکہ وہ اتنے زیادہ وسائل کے ہوتے ہوئے بھی دفاعی حالت اختیار کرنے پر مجبور ہے۔

حطین: ایک شہیدی حملے کی گاڑی کی تیاری پر کتنا آتا ہے اور اس ایک کارروائی کے نتیجے میں امریکا کو کتنا جانی اور مالی نقصان ہوتا ہے؟

غزنوی: شہیدی حملے میں ہم مختلف قسم کی گاڑیاں استعمال کرتے ہیں۔ بعض ایسی جگہیں ہوتی ہیں جہاں امریکیوں، نیٹو والوں اور مرتدین کا آنا جانا رہتا ہے یا وہاں ان کی سکونت ہوتی ہے تو وہاں ہم نئی گاڑیوں کا استعمال کرتے ہیں جن کی قیمت ۵ لاکھ سے ۸ لاکھ تک ہوتی ہے، پھر ان پر ڈیڑھ لاکھ سے لے کر ڈھائی لاکھ تک بارود کا خرچ آتا ہے۔ بعض اوقات ان گاڑیوں پر کل خرچ ۱۰ لاکھ اور ۱۲ لاکھ روپے سے زیادہ آتا ہے۔ ان گاڑیوں کو بہت محنت سے اور بڑے اچھے انداز میں تیار کرنے کے بعد دشمن کے مقابل استعمال کیا جاتا ہے۔ بعض اوقات ہم گاڑی کو ایسے بنا لیتے ہیں جیسے حکومت کی گاڑیاں ہوتی ہیں یا جو حکومت کے بڑے بڑے عہدے داروں کے پاس ہوتی ہیں۔ جیسا کہ آپ کو پتہ ہے کہ پچھلے ماہ باگرام میں امریکی نائب صدر ڈک چینی کی آمد پر جو شہیدی حملہ ہوا تھا اس میں ۵۰ سے زیادہ امریکی فوجی ہلاک ہوئے، اُس شہیدی حملے میں جو گاڑی استعمال ہوئی تھی وہ بھی بالکل نئی اور قیمتی گاڑی تھی، اور اس میں جو بارود استعمال ہوا تھا وہ بھی اعلیٰ پائے کا تھا۔ ڈک چینی اُس میں زخمی ہوا تھا۔ اس حملے میں کفار کے بڑے بڑے عہدے داران جہنم واصل ہوئے ہیں۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم کم وسائل کی وجہ سے ڈیڑھ لاکھ روپے تک کی پرانی گاڑی خرید لیتے ہیں اور اس میں ایک لاکھ روپے یا کچھ کم وبیش کا بارود بھر لیتے ہیں اور پھر اس سے شہیدی حملے کرتے ہیں، اس قسم کے شہیدی حملے پر اڑھائی لاکھ روپے تک کا خرچ آتا ہے۔ بعض حملوں میں نئی اور اچھے ماڈل والی گاڑی کی ضرورت ہوتی ہے۔ تاہم مختلف اوقات میں ہم مختلف وسائل سے کام لیتے ہیں۔ ہم نے سائیکل سے لے کر موٹر سائیکل، کرولا، جیپ، فور بائی فور، لینڈ کروزر جیسی مختلف گاڑیوں سے کام لیا ہے۔

ہم دنیا بھر کے مسلمانوں سے اُمید رکھتے ہیں کہ وہ ہمیں مالی وسائل کی فراہمی کے معاملے میں نہیں بھولیں گے۔ اس مالی قربانی سے ان شاء اللہ اُن کے مال میں کئی گنا برکت ہوگی، اُن کی اولاد میں برکت ہوگی، اُن کی جوانی اور عمر میں برکت ہوگی اور ان شاء اللہ وہ ایک مطمئن زندگی گزاریں گے۔ اللہ جل جلالہٗ انھیں دونوں جہانوں میں مصائب و آلام سے بچائیں گے۔ اوران شاء اللہ آخرت میں وہ اللہ کی رضا کے مستحق ہوکر سرخرو ہونگے۔ لہٰذا ہم اللہ ہی سے مدد مانگتے ہیں اور پھر پوری امت مسلمہ کے مسلمانوں سے درخواست کرتے ہیں کہ کفار کے خلاف خالص اللہ کی رضا کے لیے ہمارا ساتھ دیں، جانی و مالی تعاون کریں۔ اگر کسی وجہ سے جانی تعاون نہیں کر سکتے ہیں تو مالی ضرور کریں کیونکہ جہاد ہم پر اللہ کی طرف سے ایسے ہی فرض ہے جیسا کہ نماز، روزہ اور زکوٰۃ۔ ہمیں مالی امداد کی ضرورت ہے، کتنے افسوس کی بات ہے کہ ایک طرف اللہ کی رضا اور اللہ کے دشمنوں کو نیست ونابود کرنے کے لیے، اپنے ہی سینوں سے بم باندھنے اور اپنے جسموں کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے والے شہیدی نوجوان موجود ہوں، مگر ان کے مصارف پورے کرنے کے لیے آگے بڑھنے والے نہ ہوں۔ حالانکہ جہاد میں خرچ نہ کرنے والوں میں کتنے ہی ایسے ہیں جو اپنا بے شمار مال عبث خرچ کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ کو کیا جواب دیں گے؟ کامیاب شہیدی حملے تب ہی ہو سکتے ہیں جب ہمیں مالی مشکلات درپیش نہ ہوں۔ اگر ہمارے مسلمان بھائی ہماری مالی امداد کا بوجھ اٹھائیں تو سائیکل پر شہیدی حملہ کرنے والے، موٹر سائیکل اور ٹرک کو استعمال کرتے ہوئے کفار کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچا سکیں گے۔

حطین: جہاد کے سابق قائدین سیاف اور ربانی اب کہاں ہیں؟ اگر میدانِ جہاد کی بجائے کہیں اور ہیں تو کیوں؟

غزنوی: ان لوگوں نے اللہ کے ساتھ خیانت کی، افغان مسلمانوں کے ساتھ ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کے مسلمانوں سے انھوں نے غداری کی۔ روس کے خلاف جہاد میں ساری امتِ مسلمہ نے افغان جہاد میں مسلمانوں کی مدد کی، یہ لوگ اس وقت جہاد کے قائدین تھے۔ یہی لوگ جہاد کے مدعی تھے مگر کیا ہوا کہ امریکا

کے خلاف جہاد کا علم اٹھانے کی بجائے خود امریکا کی جھولی میں جا گرے اور ان مجاہدین کے خلاف جنگ کرنے لگے جو صرف اور صرف رضائے الٰہی کے لیے لڑتے ہیں۔

یہ لوگ اللہ کے مقابلے میں کفار کے دوست بنے تو اللہ نے ان پر ظالم کافر کو مسلط کیا اور اس کے ہاتھوں رسوائی دلائی، آپ نے سنا ہوگا کہ چند دنوں پہلے سیاف کے گھر کی تلاشی لی گئی، اسے باندھا گیا اور اس کے گھر کے کاغذات تک اس سے لئے گئے۔ اس کے گھر کے ایک ایک صندوق کو اُلٹا گیا، اس سے وہ اسٹینگر میزائل لے لئے گئے جو اسے مجاہدین کی برکت سے ملے تھے۔ اللہ نے اسے بے عزت کیا اس لیے کہ وہ امریکا سے عزت کی بھیک مانگتا تھا۔

میری طرف سے سیاف، ربانی اور دیگر تمام لوگوں کو جو کفار کی صف میں کھڑے ہیں، یہ دعوت ہے کہ ارتداد کا رستہ چھوڑ دیں، اللہ کے سامنے تائب ہو جائیں اور اللہ کو راضی کرنے کے لیے کفار کے خلاف مجاہدین کے ساتھ مل کر جہاد میں شامل جائیں۔ ورنہ جس طرح ربانی اور سیاف کو رسوائی کا سامنا کرنا پڑا اور مزید کرنا پڑے گا، اسی طرح ان سب کا بھی وہی انجام ہوگا جو صلیبیوں کا ساتھ دیتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارکہ کا مفہوم ہے کہ جو ظالم کا ساتھ دیتا ہے، اللہ اس پر ظالم مسلط کر دیتا ہے۔ ان شاء اللہ یہی کچھ ہوتا رہے گا، یہ لوگ اگر ان جابروں سے بچ بھی جائیں تو مجاہدین سے نہیں بچ سکتے۔ ان شاء اللہ وہ دن دور نہیں جب اللہ کا دین غالب ہو جائے گا، اس دن یہ بھاگ نہیں سکیں گے، نادم ہوں گے مگر وہ ندامت انھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی۔ میں ایک دفعہ پھر کہتا ہوں کہ ان کے پاس توبہ کے لئے مہلت ہے، اس سے فائدہ اٹھائیں اور توبہ کریں۔

حطین: کیا افغانی پارلیمان کے اراکین آپ کے اہداف میں سے ہیں یا نہیں؟

غزنوی: امریکی چھتری میں رہنے والے یہ پالیمانی ممبران کفار کے آلہء کار ہیں، ان کے حمایتی ہیں۔ جو لوگ بھی طاغوتی نظام کو سہارا دیے ہوئے ہیں، ہم ان کو ہدف بنا رہے ہیں۔ جب بھی یہ مجاہدین کے ہاتھ آئیں گے ان شاء اللہ قتل ہو کر رہیں گے۔ جیسا کہ کچھ عرصہ پہلے فرید صبور نامی پارلیمانی ممبر کے بارے میں آپ نے سنا ہوگا۔ وہ ایک اہم فرد تھا اور ربانی حکومت میں عبوری وزیر اعظم رہا تھا۔ مجاہدین کے ہاتھ آیا تو قتل کیا گیا۔ دیگر پارلیمانی ممبران بھی ہمارے مستقل اہداف ہیں۔

حطین: کیا پارلیمان میں بیٹھی عورتوں کو ہدف بنانا بھی آپ کی ترتیب میں ہے؟

غزنوی: جی ہاں، ایسے سبھی مرد و زن کے لئے اللہ کی طرف سے جزاءً وفاقاً تیار ہے، اُن سب کو ہدف

بنانا جو ظالموں کے اس نظام کو مضبوط کرتے ہیں، ہماری ترتیب میں ہے۔اور ہم یہ قتل اپنی مرضی سے نہیں بلکہ حکمِ شرعی کے عین مطابق کرتے ہیں۔

حطین: کچھ عرصہ پہلے مجاہدین نے ایک اطالوی صحافی کو اغوا کر کے، بدلے میں استاد یاسر سمیت کئی مجاہدین کو رہا کروایا تھا،اس واقعے کی تفصیل کیا ہےاور کیا یہ حکمت عملی مستقبل میں بھی استعمال ہوگی؟

غزنوی:اغوا کی یہ کارروائی الحمدللہ بہت کامیاب رہی۔ اطالوی صحافی کے عوض پانچ مجاہد رہنماؤں کی رہائی ایک بڑی کامیابی ہے۔ استاد یاسر، مفتی حمیداللہ، ملا داد للہ کے بھائی، ترجمانِ مجاہدین مفتی عبدالطیف حکیمی اور حافظ جیسے مجاہد رہنما اس کارروائی میں رہا ہوئے اور اب الحمدللہ مجاہدین کے ساتھ محاذوں پر مصروف ہیں۔ہم یہ کارروائیاں جاری رکھیں گے۔ یہ لوگ صحافی ہوں تو ہوتے رہیں، ہمارے نزدیک یہ حربی کافر ہیں اور اپنی قوم کے حلیف ہیں۔اب بھی ہماری قید میں ایک فرانسیسی صحافی اور اس کے مترجمین ہیں، ان کے بدلے ہم اپنے قیدی رہا کروائیں گے یا انھیں قتل کریں گے۔ہم نے آج تک الحمدللہ جو کام بھی کیا ہے حکمِ شرعی کے مطابق کیا ہے۔ان قیدیوں سے معاملہ بھی شریعت کے خلاف نہیں ہوگا۔

حطین: استاد یاسر اوران کے دوسرے ساتھیوں کی رہائی پر پاکستانی حکومت نے تنقید کی کہ وہ دہشت گردوں (مجاہدین) کو گرفتار کر کے افغان حکومت کے حوالہ کرتی ہے مگر وہ آسانی سے انھیں رہا کر دیتے ہیں۔ پاکستانی حکومت کے اس رویے پر آپ کیا کہیں گے؟

غزنوی: امارتِ اسلامیہ کے خلاف مرتد پرویزی حکومت کے اقدامات انتہائی شرمناک ہیں۔گزشتہ چھے سال میں اس حکومت نے مجاہدین کے خلاف جاری جنگ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔انھیں گرفتار کر کے امریکیوں سے قیمت وصول کی۔انھیں تعذیب وتشدد کا نشانہ بنایا،اور کتنوں کو قتل کر ڈالا۔لیکن واشنگٹن میں بیٹھے ہوئے ان کے آقا، ہر دفعہ مزید کا مطالبہ کر دیتے ہیں۔

ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے حدیث مروی ہے:

"زوال الدنيا كلها أهون على الله من قتل رجل مسلم"

"پوری دنیا کا برباد ہو جانا، خدا کے ہاں ایک مسلمان شخص کے قتل سے زیادہ ہلکا ہے"۔

پس میں ان تمام لوگوں سے جو صلیبیوں کے آلہء کار بلکہ غلام بنے ہوئے ہیں، کہتا ہوں کہ کفار کی غلامی چھوڑ کر اللہ کی غلامی میں آجائیں اور روزِ قیامت سے ڈریں، مجاہدین کی راہ میں رکاوٹ بننے کی بجائے اس

فرضِ عین جہاد میں ان کا ساتھ دیں، ورنہ اللہ تعالیٰ ضرور انھیں ذلت کا انجام دکھائیں گے اور ان کے طاغوتی نظامِ حکومت کو تباہ و برباد کر دیں گے، ان شاء اللہ۔

حطین: اطالوی صحافی کے ساتھ جو ترجمان افغانی صحافی اجمل نقشبندی تھا، اسے قتل کر دیا گیا۔ اس پر آپ کچھ کہیں گے؟

غزنوی: اطالوی صحافی اور اس کے ترجمان اجمل نقشبندی کو مجاہدین نے ایک ساتھ ہی اغوا کیا تھا۔ اطالوی کے بدلے مجاہدین کے جو مطالبات تھے وہ کرزئی نے پورے کئے، مگر نقشبندی کی رہائی کے عوض جو ہمارے مطالبات تھے وہ اس نے قبول نہیں کئے، اور مجاہدین نے اسے برحق ذبح کر دیا۔ کرزئی نے خود اپنی صواب دید پر اطالوی کے بدلے مجاہدین رہا کئے تھے نہ اپنی خواہش پر۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں کہ کرزئی خود غلام ہے۔ اس کے آقاؤں کے نزدیک قدر اور عزت اگر ہے تو صرف اپنے کافر ساتھیوں کے لیے ہے ، غداروں کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔ پس ہم ان تمام برائے نام مسلمانوں کو خبردار کرتے ہیں جو کفار کے غلام بن کر ان کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں کہ وہ جان لیں کہ اپنے آقاؤں کے نزدیک ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ ان کے پاس مہلت ہے، سو وہ نقشبندی کے انجام سے سبق سیکھیں۔ کل اگر یہ مجاہدین کے ہاتھ لگ گئے اور ان شاء اللہ ضرور لگیں گے تو ان کے یہ آقا کسی کی مدد کے لیے نہیں پہنچ پائیں گے۔

حطین: متعدد مغربی ادارے افغانستان میں خدمت کے نام پر آئے ہیں جو بظاہر خدمت ہی کرتے ہیں۔ امارتِ اسلامیہ کے مجاہدین ان کی مخالفت کیوں کرتے ہیں؟

غزنوی: امارتِ اسلامیہ کے نزدیک مطلوبِ اصلی اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور غلبہء شریعت ہے نہ کہ ترقی۔ اس طرح تو روسی بھی ہماری ''ترقی'' کے لیے کام کرتے تھے۔ مگر ہم نے انھیں ترقی کے نام پر الحاد پھیلانے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ آج ہماری خدمت اور ترقی کے نام پر جو سرکاری اور غیر سرکاری تنظیمیں کام کرتی ہیں ان سب کا یہ مشترکہ مقصد ہے کہ ہمیں ہمارے اسلامی طرزِ حیات سے محروم کر دیں، اور ہمارے ماحول کو فحاشی اور عریانی سے پراگندہ مغربی معاشرے میں تبدیل کر دیں۔ یہ تنظیمیں کفار کی ثقافتی افواج ہیں لہٰذا انھیں ہدف بنانا اور اپنی زمین سے نکالنا ہمارا فرض ہے۔ کفار کے ان جاسوسوں کو ان شاء اللہ بہت جلد سارے مسلمان پہچان جائیں گے اور خود مجاہدین کے حوالے کریں گے۔ ان شاء اللہ وہ وقت بہت قریب ہے۔

حطین: کیاامریکا کے آنے کے بعد افغان عوام کا ''معیارِ زندگی'' بہتر ہوا ہے؟

غزنوی: سبحان اللہ! انسان کے معیارِ زندگی کو بہتر کرنا انسان کے ہاتھ میں نہیں، نہ ہی یہ اس کی ذمہ داری ہے بلکہ اللہ ہی معیارِ زندگی کو بہتر اور بدتر کرنے والا ہے۔ ویسے بھی معیارِ زندگی کی بہتری ایک مغربی نعرہ ہے۔ اسلام میں مقصودِ اصلی اللہ کی بندگی اور تقویٰ ہے اور رزق و کشادگی اس کا ثمرہ ہے۔ ہم اللہ ہی کو اپنا رازق سمجھتے ہیں۔ بے شک امریکا یہاں کثیر وسائل لایا مگر صرف اور صرف اپنے مذموم مقاصد کے لیے اور جن مخصوص لوگوں پر یہ پیسہ خرچ کیا جا رہا ہے وہ عامۃ المسلمین کے اولین دشمن ہیں۔ امریکا کے آنے سے یہاں حالات ابتر ہو چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ افغان لوگ ملک سے نکلنے کی کوششوں میں ہیں اور جو باہر ہیں، وہ واپس آنا نہیں چاہ رہے۔ افغانی عوام امریکیوں کو پہچانتے ہیں کہ وہ ان کے دین کے دشمن ہیں اور ان سے کسی قسم کی خیر کی توقع نہیں رکھتے ہیں۔ خود امریکی قوم بھی یہ بات جانتی ہے۔

حطین: امارتِ اسلامیہ افغانستان اور امریکی مقبوضہ افغانستان کے ادوار میں امن کے لحاظ سے کیا فرق ہے؟

غزنوی: زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ امارتِ اسلامیہ کے دور سے متعلق دشمن بھی گواہی دیتے ہیں کہ ایسا امن و امان قائم تھا جو افغانستان میں پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا۔ پوری امارت میں مہینوں کوئی قتل نہیں ہوتا تھا، کسی چوری ڈکیتی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ افغانوں کے ذہنوں میں آج تک اس نظام کے امن اور خوشحالی کی یادیں تازہ ہیں۔ آج اگر وہ کسی وقت کو نہایت حسرت سے یاد کرتے ہیں تو امارتِ اسلامیہ کا زریں دور ہے۔ اُس دور کو وہ کیوں یاد نہ کریں؟... جب کہ ان کی عزت، مال اور جان محفوظ تھے، امیر المومنین ملا محمد عمر سے لے کر تمام حکومتی انتظامیہ کے لوگ اتنی سادہ زندگی بسر کرتے تھے کہ ایک عام افغانی کا معیارِ زندگی اگر ان سے بہتر نہیں تو کم تر ہرگز نہ تھا۔ یہ سب کچھ اللہ عزوجل کے اُس آفاقی نظام کے ثمرات تھے جسے طالبان مجاہدین نے محض اللہ کے فضل سے اللہ کی زمین پر قائم کیا تھا۔ آج جب اللہ کے نظام کی جگہ طاغوتی نظام کی اور اس کے فرماں بردار بندوں کی بجائے سرکش انسانوں کی حکمرانی ہے تو افغان سرزمین پر امن و خوشحالی اور راحت و سکون جیسی چیزوں کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ عالمی ذرائع ابلاغ خود اس عظیم فرق اور تبدیلی کو لکھتے اور بیان کرتے ہیں۔ آج جو امن کے علم بردار بن بیٹھے ہیں یہی لوگ بے گناہ مسلمانوں کے قاتل ہیں۔ حکومتی اہلکار خود لوگوں کی عزتوں اور اموال کو لوٹتے ہیں۔ افغانی مسلمان اس سب کچھ کو بڑی شدت سے محسوس کرتے ہیں اور ایک دفعہ پھر وہ اس جدوجہد میں ہیں کہ اللہ کے نیک بندوں کے ذریعے اللہ کی عظیم شریعت نافذ ہو، جس کے طفیل ان پر اپنے ربّ

کی رحمتیں نازل ہوں۔ افغان سرزمین شہیدوں کے مبارک خون سے رنگی ہوئی ہے۔ اس مبارک زمین پر کفار کے خبیث ہاتھوں سے کبھی امن آ ہی نہیں سکتا ہے۔ افغانستان میں امن ان شاء اللہ ضرور آئے گا مگر مومنین صادقین کے ہاتھوں، نہ کہ مرتدین اور کفار کے ہاتھوں۔

حطین: امارتِ اسلامیہ نے ٹی وی اور وڈیو کی دکانوں پر پابندی لگائی تھی آپ اس حوالے سے کیا کہیں گے؟

غزنوی: امارتِ اسلامیہ نے ٹی وی پر پابندی لگائی تھی، اب بھی لگاتی ہے اور آئندہ بھی لگائے گی۔ یہ ہمارے دین کا مسئلہ ہے۔ ہمارے لیے ٹھیک اور غلط وہ نہیں ہے جسے کفار ٹھیک اور غلط کہیں۔ ہمارے لیے ٹھیک وہ ہے جسے اسلام ٹھیک کہے اور غلط وہی ہے جسے اسلام ناجائز کہے۔ ٹی وی چینل بے حیائی اور اخلاق باختگی پھیلانے کا ذریعہ ہیں، یہ ابلیس کی ابلیسیت اور شیطنت کے فروغ کا ذریعہ ہیں۔ اگر کوئی ٹی وی کو حالاتِ حاضرہ جاننے کا ذریعہ سمجھتا ہے تو اس مقصد کے لیے دوسرے ذرائع موجود ہیں۔

کفار نے ہمارے خلاف بڑا پروپیگنڈہ کیا ہے کہ طالبان نہایت سخت تھے، ان کے قوانین ''غیر انسانی'' تھے حالانکہ ہمارے نزدیک حقیقی معیارات ''انسانی'' یا ''غیر انسانی'' نہیں صرف اسلامی اور غیر اسلامی ہیں۔ ہم نے قرآن کے علاوہ کسی اور غیر شرعی ذریعے سے رہنمائی نہیں لی۔ حقیقت یہ ہے کہ جب بھی مسلمان شریعت پر عمل پیرا ہونگے کفار کے لیے ناقابل قبول ہونگے۔ لہٰذا ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ ہماری امارتِ اسلامیہ کے خلاف شیطان کے دوستوں اور غلاموں نے نفرت کا اظہار کیا اور کر رہے ہیں۔ میں تمام مسلمانوں سے کہتا ہوں کہ اگر اپنا اور اپنے بچوں کا ایمان سلامت چاہتے ہیں تو اپنے گھروں سے ٹی وی کو نکال پھینکیں۔

باقی رہی ہماری سختی تو ہم نے یقیناً سختی کی مگر مظلوم کی حمایت میں، اور ظالم کے خلاف۔ ہم نے سرکش اور اللہ کے باغی فتنہ پردازوں کے خلاف طاقت کی زبان استعمال کی، ان کے خلاف جنھوں نے اللہ کی مخلوق میں فساد پھیلایا اور مسلمانوں کو ان کے دین سے دور لے گئے۔ اس سختی پر ہمیں فخر ہے اور یہ سختی ہم نے خاص اللہ کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے کی اور اسی جائز سختی ہی کے طفیل تو افغانستان امن کا گہوارہ بنا تھا۔

حطین: امارتِ اسلامیہ پر یہ بڑا اعتراض ہے کہ اس نے خواتین کے تعلیمی اداروں کو بند کیا تھا اور خواتین پر تعلیم کے دروازے بند کئے تھے۔ اس حوالے سے آپ کیا کہیے گا؟

غزنوی: امارتِ اسلامیہ نے صرف ان تعلیمی اداروں کو بند کیا تھا جن میں غیر اسلامی اور مخلوط ماحول تھا یا غیر اسلامی تعلیمی نصاب پڑھایا جاتا تھا۔ باقی خواتین کے لیے علاحدہ تعلیمی ادارے موجود تھے اور اسی طرح

طلباء کے لیے بھی ادارے تھے مگر طاغوتی ذرائع ابلاغ کو وہ ادارے اس لیے نظر نہیں آتے تھے کہ وہ ان کی کفریہ تہذیب کی آماجگاہیں نہیں تھیں۔ ایک اسلامی معاشرہ اس وقت تک قائم نہیں ہوسکتا ہے جب تک کہ تعلیمی اداروں سے شیطانی تہذیب کے آثار مٹانہ دیئے جائیں۔ الحمدللہ! یہی کچھ ہم نے کیا اوران شاء اللہ کرتے رہیں گے۔ ہمارے جہاد کا مقصد محض کفار کو قتل کرنا نہیں ہے بلکہ تمام فتنوں کوختم کرکے اللہ کے خالص دین کو نافذ کرتے ہوئے اسلامی معاشرے کا قیام ہے، چاہے اسے مغرب اور مغرب کے حاشیہ نشین بدتہذیبی اور دقیانوسیت کہیں۔

حطین: کہاجاتا ہے کہ امارتِ اسلامیہ کا دورختم ہوتے ہی خواتین نے پردہ کرنا چھوڑ دیا، فحاشی وعریانی سے بھرپور فلمیں بازاروں میں بکنے لگیں اور شراب کھلے بندوں پی جانے لگی۔ کیا یہ صحیح ہے؟

غزنوی: افغانستان کے عوام فطری طور پر نہایت باحیاء، اسلام پر جان دینے والے اور کفر سے نفرت کرنے والے ہیں۔ صلیبیوں نے آکر اپنے ذرائع ابلاغ اور دولت کے زور سے ان میں بے دینی عام کرنے کی نہایت کوشش کی اور کررہے ہیں، تاہم انھیں کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ شہروں میں اس بے دینی کی شاذونادر نمائش ضرور ہوتی ہے اوران لوگوں کی طرف سے ہوتی ہے جو خبیث کفار کے پالے ہوئے آلۂ کار ہیں جب کہ عام افغانی مسلمان اب بھی اسلام پر جان دینے والے اور قرآن کے نظام کو چاہنے والے ہیں۔

حطین: وزیرستان میں قبائلی اور ازبک مجاہدین کے درمیان کچھ عرصہ پہلے جو جنگ ہوئی، آپ اس پر کیا تبصرہ کریں گے؟

غزنوی: وزیرستان میں ہونے والے ناخوشگوار واقعے پر امارتِ اسلامیہ افغانستان کو بہت افسوس ہے۔ دراصل اس سارے فساد کے پیچھے طاغوتی ایجنسیوں کی برسوں کی محنت اور ریشہ دوانیوں کا ہاتھ ہے۔ جہاد کی پوری تاریخ میں دشمنانِ دین ایسی سازشیں کرتے رہے ہیں۔ اصل امتحان تو جہادی مجموعوں اوران کے قائدین کا ہے کہ وہ ان سازشوں کو سمجھیں۔ ساتھ ہی یہ بات بھی اہم ہے کہ تمام جہادی مجموعے نیکی کے معاملات میں باہم تعاون کریں۔ مل کر شر کا مقابلہ کریں اور آپس میں اخوت ومحبت کے جذبات کو فروغ دیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَ اِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَ تَتَّقُوۡا لَا یَضُرُّکُمۡ کَیۡدُھُمۡ شَیۡئًا اِنَّ اللّٰہَ بِمَا یَعۡمَلُوۡنَ مُحِیۡطٌ﴾(اٰل عمران ۱۲۰) ”اوراگرتم صبر کروگے اور تقویٰ اختیار کروگے تو ان کا فریب (چالیں) تمھیں کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکے گا“۔

حطین: آپ امت مسلمہ کو امارتِ اسلامیہ کے نمائندے کے طور پر کیا پیغام دیں گے؟

غزنوی: میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کو گواہ بناتے ہوئے امارتِ اسلامیہ افغانستان کی طرف سے ساری امتِ مسلمہ کو یہ دعوت دیتا ہوں کہ جہاد کے اس فریضہ میں ہمارا بھرپور ساتھ دیجیے اور اپنے جان و مال سے ہماری مدد کیجیے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے دین کی سربلندی کی خاطر، دین کے دشمن یہود و نصاریٰ کے خلاف قتال میں اگر آپ نے ہمارا ساتھ نہ دیا تو قیامت کے دن آپ اپنے ربّ کو کیا جواب دیں گے؟ آج تو آپ بے شمار جواز اور عذر پیش کرتے ہوئے دنیا والوں کو مطمئن کر لیں گے، مگر کیا اللہ کے سامنے یہ خود ساختہ دلیلیں پیش کر کے بچ جائیں گے؟ میرے بھائیو اور بہنو! میں آپ کو اُس دن کا واسطہ دیتا ہوں...... جب انسان اپنے محبوب اقربا سے دور بھاگے گا...... اللہ کو راضی کرنے کے لیے جہاد کے راستے کو اختیار کیجئے۔ اور اس راہ میں جان قربان کیجئے جس راہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود جان دینے کی خواہش کی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب سے راضی ہو، آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

ربِّ عظیم کی قسم

”میں اس ربِّ عظیم کی قسم کھا کر کہتا ہوں، وہ ذات جس نے آسمان کو بلاستون بلند کیا، کہ امریکہ اور اس میں رہنے والے کبھی خواب میں بھی امن کا تصور نہیں کر سکیں گے جب تک کہ اقصیٰ کی سرزمین میں مسلمانوں کو حقیقی امن میسر نہیں آجاتا اور جب تک کافروں کا ایک ایک فوجی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جزیرے سے بھاگ نہیں جاتا!“

(شیخ اسامہ بن لادن حفظہ اللہ)

جہاد فی سبیل اللہ میں شرکت وتعاون کے چالیس طریقے

مرکز للدراسات الاسلامیۃ

عالمی تحریکِ جہاد آج کفر کی عالمگیر یلغار کے بالمقابل، دفاعِ امت کے لیے سینہ سپر ہے۔ اس فی سبیل اللہ جہاد میں اپنا حصہ ڈالنے کی بہت سی عملی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یہ سب صورتیں اگر نگاہوں کے سامنے ہوں تو امت کا ہر مرد وزن اور پیر و جوان ہر قسم کے حالات میں جہاد کے مبارک عمل سے کسی نہ کسی طور وابستہ رہ سکتا ہے۔ ذیل کی سطور میں ہم جہاد میں شرکت کی انھی عملی جہتوں کو واضح کرنے کی کوشش کریں گے:

۱۔ جہاد میں شرکت کا پختہ عزم کرنا

پہلی بات جو ہم سب کے لیے بطور مسلمان ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ہم اپنے نفس کو جہاد فی سبیل اللہ کے لئے آمادہ کریں اور دل میں اس کام کے لئے اتنا پختہ عزم رکھیں کہ جہاں کہیں سے آواز آئے **یا خیل اللّٰہ إرکبي!** ''اے اللہ کے شہسوار! نکل کھڑے ہو'' تو ہمیں فی سبیل اللہ نکل کھڑے ہونے میں ذرا تأمل نہ ہو۔ ہم ذہنی طور پر اتنے یکسو ہو جائیں کہ جب کبھی ہمارے بھائیوں کو مدد کی ضرورت پڑے، ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے اتباع کے لیے تیار ہوں کہ:

وَاِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا

''اور جب تم سے (جہاد کے لیے) نکلنے کا کہا جائے تو نکل کھڑے ہو''۔ (**بخاري: کتاب الجهاد و السير، باب فضل الجهاد و السير**)

اگر ایک مسلمان اپنے دل میں جہاد کا پختہ عزم کر لے لیکن کسی عذر کی وجہ سے میدانِ قتال تک نہ پہنچ پائے تو اس کو لامحالہ اس عظیم محرومی پر حسرت وندامت ہوتی ہے۔ اس کے دل کی کیفیت ان صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کیفیت سے مشابہ ہوتی ہے جو مالی تنگی کے باعث جہاد پر نہ جا سکے۔ قرآن ان نفوسِ قدسیہ

کے ایمانی رنج وغم کا نقشہ کچھ یوں کھینچتا ہے:

﴿ وَ لَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَا اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ﴾ (التوبة: ۹۲)

''اور اسی طرح اُن لوگوں پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے کہ آپ انھیں سواری دیں، تو آپ نے فرمادیا کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں جس پر میں تمھیں سوار کرادوں، تو وہ اس حال میں واپس ہوئے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اس غم میں کہ انھیں کچھ میسر نہیں جو وہ خرچ کریں''۔

مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

''سبحان اللہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں میں عشقِ الٰہی کا وہ نشہ پیدا کیا تھا کہ جس کی مثال کسی قوم وملت کی تاریخ میں موجود نہیں۔ مستطیع اور مقدور والے صحابہؓ کو دیکھو تو جان و مال سب کچھ اللہ کے راستے میں لٹانے کو تیار ہیں اور سخت سے سخت قربانی کے وقت بڑے ولولے اور اشتیاق سے آگے بڑھتے ہیں۔ جن کو مقدور نہیں وہ اس غم میں رو رو کر جان کھوئے لیتے ہیں کہ (کاش) اس محبوبِ حقیقی کی راہ میں قربان ہونے کے لیے اپنے کو پیش کر سکتے۔ حدیثِ صحیح میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم مدینہ میں ایک ایسی قوم کو اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہو جو ہر قدم پر تمھارے اجر میں شریک ہے۔ تم جو قدم اللہ کے راستے میں اٹھاتے ہو یا کوئی جنگل قطع (طے) کرتے ہو یا کسی پگڈنڈی پر چلتے ہو، وہ قوم برابر ہر موقع پر تمھارے ساتھ ساتھ ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھیں واقعی مجبوریوں نے تمھارے ساتھ چلنے سے روکا۔ حسنؓ کے مرسل میں ہے کہ یہ مضمون بیان فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت: ﴿ وَ لَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَا اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا اَجِدُ......الخ ﴾ تلاوت فرمائی''۔ (تفسیرِ عثمانی: شرحِ آیت ۹۲، سورۂ توبہ)

پس ایسے مواقع پر ہم سب کی قلبی کیفیت بھی یہی ہونی چاہیے۔ اس کے برعکس ایک رویہ اس شخص کا ہے جو وقت گزرنے اور جہاد کا دروازہ بند ہو جانے کا انتظار کرتا ہے، اور پھر کہتا ہے کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں ''محفوظ'' رکھا۔ ایسا شخص درحقیقت جہاد کرنا ہی نہیں چاہتا اور اس کا یہ رویہ درحقیقت منافقین کے رویے کے مشابہ ہے، اللہ ہم سب کو منافقت سے محفوظ رکھے! (آمین) ایسے غیر یکسو لوگ اگر کسی مجبوری سے میدان میں نکل بھی آئیں تو فائدے کے بجائے الٹا مجاہدین کی صفوں میں انتشار پھیلانے کا باعث بنتے ہیں اور آزمائشوں کے وقت بھاگ نکلتے ہیں۔ بلاشبہ ان دونوں افراد میں زمین و آسمان کا فرق ہے؛ ایک وہ جو جہاد سے پیچھے رہ

جانے پر حسرت سے روتا ہے اور ایک وہ جو دل ہی دل میں خوش ہوتا ہے کہ جہاد چھوڑنے کا بہانہ مل گیا، حالانکہ بظاہر دونوں کا عمل ایک سا ہوتا ہے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید خوب جاننے والا ہے۔

جس دل میں جہاد فی سبیل اللہ کا پختہ عزم ہو اس دل میں منافقت جمع نہیں ہو سکتی۔

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهِ نَفْسَهُ مَاتَ عَلٰى شُعْبَةٍ مِنْ نِفَاقٍ''

''جو شخص اس حال میں مرا کہ نہ تو اس نے جہاد کیا اور نہ ہی جہاد کا ارادہ کیا تو وہ ایک طرح کی منافقت پر مرا''۔(مسلم: **كتاب الجهاد و السير : باب ذم من لم يغز و لم يحدث نفسه بالغزو**)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''المراد أن من فعل هذا فقد أشبه المنافقين المتخلفين عن الجهاد في هذا الوصف فإن ترك الجهاد أحد شعب النفاق.''

''مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے بھی یہ رویہ اختیار کیا تو وہ اس (مذموم) صفت میں جہاد سے پیچھے رہ جانے والے منافقین کے مشابہ ہو گیا اور جہاد ترک کرنا تو بلاشبہ منافقت ہی کی ایک قسم ہے''۔(**شرح النووي :الجزء الخامس، كتاب الإمارة**)

بعض اہلِ علم نے یہ بھی لکھا ہے کہ نیتِ جہاد کے باوجود، کسی مجبوری کے باعث نہ نکل سکنے کا عذر بھی اسی شخص کی طرف سے قابلِ قبول ہوگا، جو جہادی تربیت حاصل کر چکا ہوگا۔ گویا وہ شخص جس نے ابھی تربیت حاصل ہی نہیں کی، اس کی نیت کا بھی کیا اعتبار؟

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''و أما النفاق الأصغر : فهو النفاق فى الأعمال و نحوها : مثل أن يكذب إذا حدّث و يخلف إذا وعد و يخون إذا اؤتمن أو يفجر إذا خاصم...و من هذا الباب : الإعراض عن الجهاد ، فإنه من خصال المنافقين . قال النبىّ صلى الله عليه و سلم : {مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهِ نَفْسَهُ مَاتَ عَلٰى شُعْبَةٍ مِنْ نِفَاقٍ } رواه مسلم . و قد أنزل الله ''سورة البراء ة'' التي تسمى الفاضحة ؛لأنها فضحت المنافقين .أخرجاه فى الصحيحين عن إبن عباس قال : هي الفاضحة، ما زالت تنزل (و منهم...)حتى ظنوا أن لا يبقى أحد إلا ذكر فيها . و عن المقداد بن الأسود قال : هي''سورة البحوث''

لانها بحثت عن سرائر المنافقين . وعن قتادة قال : هي المثيرة ، لأنها أثارت مخازي المنافقين . و عن إبن عباس قال : هي المبعثرة ، ...... و عن إبن عمر : إنها مقشقشة . لأنها تبرئ من مرض النفاق ...... قال الأصمعي : و كان يقال لسورتى الإخلاص : المقشقشتان ؛ لأنها يبرئان من النفاق . و هذه السورة نزلت في آخر مغازي النبيّ صلى الله عليه و سلم : غزوة تبوک عام تسع من الهجرة و قد عز الإسلام و ظهر . فكشف الله فيها أحوال المنافقين و وصفهم فيها بالجبن و ترک الجهاد . و وصفهم بالبخل عن النفقة في سبيل الله والشح على المال .وهذان داء ان عظيمان :الجبن والبخل . قال النبيّ صلى الله عليه و سلم : {شَرُّمَا فِيْ رَجُلٍ شُحٌّ هَالِعٌ وَجُبْنٌ خَالِعٌ } حديث صحيح ؛ ...و قال تعالىٰ :﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِکَ هُمُ الصّٰدِقُوْن﴾ فحصر المؤمنين فيمن آمن وجاهد . و قال تعالى : ﴿لَا يَسْتَاْذِنُکَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ o اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُکَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْن ﴾ فهذا إخبار من الله بأن المؤمن لا يستأذن الرسول في ترک الجهاد ؛ و إنما يستأذنه الذي لا يؤمن فكيف بالتارک من غير إستئذان؟‘‘

’’جہاں تک نفاقِ اصغر کا تعلق ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص منافقانہ اعمال کرتا ہو، مثلاً بات کرتے وقت جھوٹ بولنا، وعدہ کر کے خلاف ورزی کرنا، امانت میں خیانت کرنا، جھگڑے کے وقت گالی دینا وغیرہ۔ نیز جہاد سے منہ پھیرنا بھی نفاقِ اصغر کے ذیل میں آتا ہے کیونکہ یہ منافقین کی خصلت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ: ’’مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهٖ نَفْسَهُ مَاتَ عَلٰى شُعْبَةٍ مِنْ نِفَاقٍ‘‘ ’’جو شخص اس حال میں مرا کہ نہ تو اس نے جہاد کیا اور نہ ہی دل میں جہاد کا ارادہ کیا تو وہ ایک طرح کی منافقت پر مرا‘‘۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں سورۂ برأت (سورۂ توبہ) نازل فرمائی جس کو ’’الفاضحة‘‘ یعنی رسوا کرنے والی سورت بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس سورت کے مضامین نے منافقین کو رسوا کر ڈالا۔ صحیحین میں روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ’’یہی تو رسوا کرنے والی سورت ہے۔ اس سورۂ مبارکہ میں ’’ وَ مِنْهُمْ‘‘ (اور ان منافقین میں کچھ ایسے بھی ہیں......)

کے مضمون سے شروع ہونے والی مختلف آیات مسلسل نازل ہوتی رہیں یہاں تک کہ منافقین یہ سمجھنے لگے کہ ان میں سے کوئی بھی نہیں بچ پائے گا، ہر ایک کا ذکر اس سورت میں کر دیا جائے گا''۔

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''یہ سورت ''سورۃ البُحُوث'' ہے، یعنی تحقیق و تفتیش کرنے والی سورت کیونکہ اس نے منافقین کے پوشیدہ اسرار کی کھوج لگا کر انھیں آشکارا کیا ہے''۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: یہ سورت ''سورۃ المُثِیرَۃ'' ہے، یعنی باتیں پھیلانے والی سورت، کیونکہ اس نے منافقین کو رسوا کرنے والی باتیں پھیلا دی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: یہ سورت ''سورۃ المُبَعْثِرَۃ'' یعنی راز فاش کرنے والی سورت ہے...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: یہ سورت '' المقشقشۃ'' ہے، یعنی شفاء دینے والی سورت، کیونکہ یہ منافقت کے مرض سے شفاء دیتی ہے...... اصمعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ان دوسورتوں کو، یعنی (سورۂ توبہ اور) سورۂ اخلاص کو ''مقشقشتان'' کہا جاتا ہے کیونکہ یہ دونوں سورتیں مرضِ نفاق سے شفا دیتی ہیں۔ اور یہ سورت (یعنی سورۂ توبہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری غزوے، غزوۂ تبوک کے موقع پر سن نو (۹) ہجری میں نازل ہوئی جب کہ اسلام سارے جزیرۂ عرب میں غالب ہو چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں منافقین کے احوال کھول کر رکھ دیئے، بزدلی اور ترکِ جہاد کو ان کی نمایاں صفات قرار دیا اور یہ بھی بتلایا کہ یہ منافق اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے وقت بخل سے کام لیتے ہیں اور مال کے معاملے میں انتہائی حریص ہیں۔ بلاشبہ یہ دونوں بہت ہی بڑی بیماریاں ہیں، یعنی بزدلی اور بخل۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ: ''شَرُّمَا فِیۡ رَجُلٍ شُحٌّ هَالِعٌ وَجُبۡنٌ خَالِعٌ'' ''دو بدترین صفات جو کسی انسان میں ہوسکتی ہیں، وہ ہیں شدید بخل اور سخت بزدلی''۔ (أبو داود: كتاب الجهاد: في الجرأة والجبن، وهو حديث صحيح) جب کہ دوسری طرف اللہ تعالیٰ سچے اہلِ ایمان کی نشانی یہ بتلاتے ہیں کہ: ﴿اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ ثُمَّ لَمۡ یَرۡتَابُوۡا وَ جٰهَدُوۡا بِاَمۡوَالِهِمۡ وَ اَنۡفُسِهِمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِکَ هُمُ الصّٰدِقُوۡنَ﴾ ''حقیقت میں تو مومن وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پہ ایمان لائے پھر انھوں نے کوئی شک نہ کیا اور اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے۔ وہی سچے لوگ ہیں''۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حصر کے ساتھ صرف انھی لوگوں کو مومن قرار دیا ہے جنھوں نے ایمان لانے کے بعد جہاد کیا۔ (جب کہ اللہ نے جہاد سے فرار چاہنے والوں کے متعلق فرمایا کہ:)

﴿لَا يَسْتَاْذِنُکَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ o اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُکَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ﴾ (التوبة: ۴۴، ۴۵) ''جو لوگ اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ کبھی بھی آپ سے اس بات کی اجازت نہیں مانگیں گے کہ وہ (پیچھے رہیں) اپنے اموال اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے سے، اور اللہ متقین کو خوب جانتا ہے۔ آپ سے (جہاد سے پیچھے رہ جانے کی) اجازت صرف وہی لوگ مانگیں گے جو اللہ اور روزِ آخرت پہ ایمان نہیں رکھتے، جن کے دلوں میں شک ہے اور وہ اپنے شک ہی میں متردد ہو رہے ہیں''۔

گویا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کا اعلان ہے کہ مومن کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد چھوڑنے کی اجازت نہیں مانگتا، بلکہ اجازت تو وہی مانگتا ہے جو مومن نہ ہو۔ جب اجازت لے کر جہاد سے پیچھے رہنے والے کا عنداللہ یہ مقام ہے تو اس شخص کا مقام کیا ہوگا جو جہاد چھوڑنے کے لیے اجازت لینے کی بھی زحمت نہ کرے؟''

(مجموع الفتاویٰ، مجلد: ۲۸، ص: ۴۳۶)

پس اے مسلمان بھائیو! بچیے اس بات سے کہ آپ منافقین کی سی موت مر جائیں یا ان کی مشابہت اختیار کریں۔ رہا وہ شخص جو مجاہدین کو ملامت کرتا ہے اور جہاد پہ طرح طرح کے اعتراضات کرتا ہے تو اسے اپنی اس جسارت پر اللہ سے ڈرنا چاہیئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ آخرت سے پہلے دنیا ہی میں اللہ کا عذاب اسے آن دبوچے۔ **نسأل اللّٰہ العافیة!**

ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مَنْ لَقِيَ اللّٰهَ بِغَيْرِ اَثَرٍ مِّنْ جِهَادٍ لَقِيَ اللّٰهَ وَفِيْ اِيمَانِهٖ ثُلْمَةٌ''

''جو شخص اللہ تعالیٰ کے حضور اس حال میں حاضر ہوگا کہ اس کے جسم پر جہاد کا کوئی اثر نہ ہوگا تو وہ گویا اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے دین میں رخنہ ہوگا''۔ (ترمذي: كتاب فضائل الجهاد عن رسول الله صلى الله عليه و سلم :باب ما جاء في فضل المرابط)

صاحبِ مظاہرِ حق اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

''اثر سے مراد علامت اور نشان ہے۔ حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص اس حال میں اس دنیا سے رخصت ہوگا کہ نہ تو اس کے جسم پر جہاد کی کوئی علامت ہوگی جیسے زخم یا راستے کا غبار یا جسمانی تکلیف کا

کوئی نشان، اور نہ اس کے نامۂ اعمال میں شرکتِ جہاد کا کوئی ثبوت ہوگا، جیسے جہاد اور مجاہدین کی ضروریات میں اپنا مال خرچ کرنا یا مجاہدین کو سامانِ جہاد فراہم کرنا، تو گویا وہ اس حالت میں مرے گا کہ اس کے دین میں رخنہ (نقص) ہوگا"۔ (مظاہرِ حق: جلد۳، صفحہ ۸۱۹)

اللہ تعالیٰ ہمیں جہاد کا پختہ عزم کرنے، منافقت کی تمام اقسام سے بچنے اور اپنے دین و ایمان کی حفاظت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

۲۔ اللہ ربّ العزت سے سچے دل سے شہادت طلب کرنا

دوسری بات یہ کہ ہم میں سے ہر شخص کو اللہ تبارک وتعالیٰ سے سچے دل سے، عاجزی کے ساتھ شہادت کا سوال کرنا چاہیے کیونکہ جو شخص بھی طلبِ شہادت میں سچا ہو، اللہ اسے ضرور اس مرتبے پہ فائز فرماتے ہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" **مَنْ طَلَبَ الشَّهَادَةَ صَادِقاً اُعْطِيَهَا وَلَوْلَمْ تُصِبْهُ** "

"جس شخص نے سچے دل سے شہادت طلب کی تو اسے (شہداء کا درجہ) دے دیا جاتا ہے اگرچہ اُسے شہادت نہ ملے"۔ (**مسلم: كتاب الإمارة: باب إستحباب طلب الشهادة في سبيل الله**)

جب کہ ایک اور روایت میں یہ الفاظ ملتے ہیں کہ:

" **مَنْ سَالَ اللّٰهَ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَّغَهُ اللّٰهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ وَ اِنْ مَاتَ عَلٰى فِرَاشِهِ** "

"جس شخص نے اللہ تعالیٰ سے سچے دل سے شہادت طلب کی تو اللہ اُسے شہداء کے مقام تک پہنچا دیں گے اگرچہ وہ اپنے بستر پر ہی جان کیوں نہ دے"۔ (**مسلم: كتاب الإمارة: باب إستحباب طلب الشهادة فى سبيل الله**)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

"...... **أي: و لو مات غير شهيد فهو في حكم الشهداء و له ثوابهم.**"

"......یعنی اگر (شہادت کا) یہ (سچا طالب) شہادت کی موت نہ مرا، تب بھی یہ شہید ہی کے حکم میں ہوگا اور اس کو شہداء جیسا ثواب ملے گا"۔ (**مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح: كتاب الجهاد: ٣٨٠٨**)

امام عبداللہ عزام شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"**و لكن الصدق في طلب الشهادة هو إعداد العدة: (وَ لَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً) أما أن تمر عشر سنوات على الجهاد في أفغانستان، و الطريق آمنة، و الحدود**

مفتوحة ، ولا يصل بشاور ، فهذا نرجو الله أن يغفر له إن كان يظن أنه صادق في طلب الشهادة ، ألم تر إلى ذلک الأعرابي الذي قال لرسول الله صلى الله عليه و سلم : أتبعتک على أن أضرب هاهنا...حلقه ...فأدخل الجنة، فأصيب الأعرابي حيث أشار فقال صلى الله عليه و سلم : (صدق الله فصدقه).''

''سچے دل سے شہادت طلب کرنے کا مطلب یہ ہے کہ (عملاً شہادت کی راہوں پر چلنے) کی تیاری کی جائے۔(اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں):﴿وَ لَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً﴾ ''اور اگر ان کا واقعی (جہاد کے لیے) نکلنے کا ارادہ ہوتا تو یہ اس کے لیے کچھ ساز و سامان ضرور تیار کرتے''۔لیکن اگر معاملہ یہ ہو کہ جہادِ افغانستان کو شروع ہوئے سالہا سال گزر جائیں، سرحدیں کھلی ہوں، راستے بھی مامون ہوں اور کوئی (طلب گارِ شہادت) پشاور تک بھی نہ پہنچ پائے اور پھر بھی اپنے بارے میں یہی گمان کرتا ہو کہ وہ شہادت کی طلب میں سچا ہے تو اس کے لیے ہم اللہ سے بخشش ہی کی دُعا کر سکتے ہیں۔کیا آپ نے اس اعرابی کو نہیں دیکھا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا:''میں نے اس لیے آپ کی پیروی کی ہے کہ مجھے یہاں (یعنی حلق پر تیر) لگے اور پھر میں جنت میں داخل کر دیا جاؤں''۔پھر جب وہ اعرابی دورانِ غزوہ بعینہٖ اسی جگہ تیر لگنے سے شہید ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صَدَقَ اللّٰهَ فَصَدَقَهُ'' **(النسائي: كتاب الجنائز: باب الصلاة على الشهداء)** ''وہ اللہ کے ساتھ سچا تھا چنانچہ اللہ نے بھی اس کی بات کو سچ کر دکھایا''۔

الغرض سچے دل سے شہادت کا سوال ہی کسی شخص کو اس بشارت کا مستحق بناتا ہے۔اور یاد رکھو کہ جو شخص سچے دل سے شہادت کا متلاشی ہو وہ قصداً کبھی بھی جہاد سے منہ نہیں پھیرتا، کبھی راہِ فرار نہیں اختیار کرتا۔ایسے طالبانِ شہادت تو ہر ممکن طریقے سے جہاد کے ساتھ جڑنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں اور جب کبھی جنگ یا موت کی آواز سنتے ہیں لپک کر موت کی گھاٹیوں اور وادیوں میں جا پہنچتے ہیں۔

ترجو النجاة ولم تسلک مسالكها	**إن السفينة لا تجري على اليبس**
تو نجات بھی چاہتا ہے مگر اس کا رستہ نہیں اختیار کرتا	بلا شبہ بحری جہاز خشکی پر نہیں چلا کرتے

۳۔ جہاد میں عملی شرکت کے لیے نکلنا

جہاد فی سبیل اللہ، اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والے افضل ترین اعمال میں سے ہے۔ رضائے الٰہی کے حقیقی طلب گار تو اس عظیم عبادت کی ادائیگی کے مواقع تلاش کرتے ہیں۔ سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والوں کے دل ہمیشہ جنگ کے میدانوں میں اٹکے رہتے ہیں، کیونکہ ان کے محبوب نبی علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کے قلبِ مبارک کی کیفیت بھی کچھ ایسی ہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ:

''وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْلَا اَنْ يَّشُقَّ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ مَا قَعَدْتُ خِلَافَ سَرِيَّةٍ تَغْزُو فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَبَدًا وَلٰكِنْ لَا اَجِدُ سَعَةً فَاَحْمِلَهُمْ وَلَا يَجِدُوْنَ سَعَةً وَيَشُقُّ عَلَيْهِمْ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنِّيْ، وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوَدِدْتُّ اَنِّيْ اَغْزُو فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاُقْتَلُ ثُمَّ اَغْزُو فَاُقْتَلُ ثُمَّ اَغْزُو فَاُقْتَلُ''

''اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے! اگر مجھے مسلمانوں کے مشقت میں پڑ جانے کی فکر نہ ہوتی تو میں کبھی بھی اللہ کے رستے میں جنگ کرنے والے کسی لشکر سے پیچھے نہ بیٹھتا۔ لیکن نہ تو میرے پاس اتنی (مالی) وسعت ہے کہ میں (سواریوں کا بندوبست کر کے سب) مسلمانوں کو ساتھ لے جاسکوں اور نہ ہی خود ان کے پاس اتنی (مالی) گنجائش ہے۔ اور یہ بات تو ان پر بہت ہی شاق گزرتی ہے کہ (میں جہاد پر چلا جاؤں) اور یہ مجھ سے پیچھے رہ جائیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! میری شدید تمنا ہے کہ میں اللہ کے رستے میں جنگ کروں اور مارا جاؤں، پھر جنگ کروں اور مارا جاؤں، پھر جنگ کروں اور مارا جاؤں''۔ **(مسلم : کتاب الإمارة: باب فضل الجهاد والخروج في سبيل اللّٰه)**

قتل وقتال کا یہ رستہ پکار پکار کر جنت کے متلاشیوں کو اپنی طرف دعوت دیتا ہے۔ فضائلِ قتال سے متعلق آیات واحادیث کے مطالعے سے یوں محسوس ہوتا ہے گویا اللہ تعالیٰ نے اس راہ کے راہیوں پر اپنی رحمت و مغفرت کے سارے ہی دروازے کھول دیئے ہیں۔ ارشادِ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

''مَنْ قَاتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فُوَاقَ نَاقَةٍ فَقَدْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ''

''جس شخص نے بھی اتنی دیر اللہ کی راہ میں قتال کر لیا جتنی دیر اُونٹنی (کا دودھ دو مرتبہ دوہنے) کے درمیانی وقفے میں لگتی ہے تو اس کے لئے جنت واجب ہوگئی''۔ **(أبوداود: کتاب الجهاد: باب فيمن سأل اللّٰه الشهادة)**

صحیح بخاری میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَاغُبِرَّتْ قَدَمَا عَبْدٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَمَسَّهُ النَّارُ"

"جس شخص کے قدم بھی اللہ کی راہ میں غبار آلود ہو گئے، جہنم کی آگ اسے نہیں چھوئے گی"۔

(بخاري : كتاب الجهاد والسير: باب من اغبرت قدماه في سبيل اللّٰه)

اسی طرح ایک اور حدیث میں یہ الفاظ ملتے ہیں کہ:

" لَغَدْوَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا وَ لَقَابَ قَوْسِ اَحَدِكُمْ اَوْمَوْضِعُ يَدِهِ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا وَلَوْ اَنَّ امْرَاَةً مِّنْ نِّسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اطَّلَعَتْ اِلَى الْاَرْضِ لَاَضَاءَتْ مَا بَيْنَهُمَا وَ لَمَلَاَتْ مَا بَيْنَهُمَا رِيْحًا وَلَنَصِيْفُهَا عَلٰى رَاْسِهَا خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَ مَا فِيْهَا"

"اللہ کے راستے میں ایک صبح یا ایک شام گزارنا دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، اس سب سے بہتر ہے۔ اور تم میں سے کسی شخص کو اپنی کمان برابر یا اپنے ہاتھ کے برابر جگہ جنت میں مل جانا دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، سب سے بہتر ہے۔ اور اگر اہلِ جنت کی عورتوں میں سے کوئی ایک عورت بھی زمین کی طرف نکل آئے تو زمین و آسمان کے درمیان جو کچھ ہے وہ جگمگا اٹھے اور خوشبو سے بھر جائے۔ اور اس کے سر پر موجود اوڑھنی دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہے"۔ (ترمذي: كتاب فضائل الجهاد عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و سلم : باب ما جاء فى فضل الغدو والرواح فى سبيل اللّٰه)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

"ومعنى هذا الحديث : أن فضل الغدوة والروحة في سبيل اللّٰه و ثوابهما خير من نعيم الدنيا كلها لو ملكها الإنسان و تصور تنعمه بها كلها، لأنها زائل و نعيم الآخرة باق."

"اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے رستے میں ایک صبح اور ایک شام کے لئے نکلنے کی فضیلت اور اس کا ثواب دنیا کی تمام نعمتوں سے بہتر ہے۔ یعنی چاہے دنیا کی تمام نعمتیں انسان کی ملکیت میں ہوں اور اس کے لئے ان سب سے لطف اندوز ہونا بھی ممکن ہو (تب بھی یہ اجر و ثواب ان نعمتوں سے بدرجہا بہتر ہے) کیونکہ دنیا کی یہ نعمتیں تو زائل ہو جانے والی ہیں جب کہ آخرت کی نعمتیں باقی رہنے والی ہیں"۔

(شرح النووي على مسلم : كتاب الإمارة: باب فضل الغدوة و الروحة في سبيل اللّٰه)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

”ویحتمل أن المراد أن هذا القدر خیر من الثواب الذي یحصل لمن لو حصلت له الدنیا و أنفقها في سبیل اللّٰه.“

”اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس (حدیث سے) مراد یہ ہو کہ (ایک صبح یا شام اللہ کی راہ میں نکلنے سے) جس قدر ثواب ملتا ہے، وہ اس ثواب سے کہیں زیادہ ہے جو کسی ایسے شخص کو ملے گا جسے ساری دنیا کی نعمتوں کا مالک بنا دیا جائے اور وہ ان سب کو اللہ کی راہ میں خرچ کر ڈالے“۔

(مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، مجلد ۷، کتاب الجهاد)

حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ یہ دونوں اقوال نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”قلت: و یؤید هذا الثاني ما رواه إبن المبارک في کتاب الجهاد من مرسل حسن، قال: بعث رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم جیشاً فیه عبداللّٰه بن رواحة، فتأخر لیشهد الصلاة مع النبی صلی اللّٰه علیه و سلم، فقال له رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم: والذي نفسي بیده، لو أنفقت ما في الأرض ما أدرکت فضل غدوتهم.“

”میری رائے یہ ہے کہ اس دوسرے قول کی تائید حسنؒ کی اس مرسل روایت سے بھی ہوتی ہے جو حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے اپنی کتاب الجہاد میں نقل کی ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ فرمایا جس میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ آپؓ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے (ایک آخری) نماز پڑھنے کی غرض سے رک گئے (اور لشکر آپؓ سے پہلے روانہ ہو گیا)، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ سے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! اگر جو کچھ زمین میں ہے وہ سب تم (اللہ کی راہ میں) خرچ کر ڈالو تو بھی ان (مجاہدین) کے ایک صبح چلنے کی فضیلت کو نہیں پہنچ سکتے“۔

(فتح الباري: کتاب الجهاد و السیر: باب الغدوة و الروحة في سبیل اللّٰه)

یہ جلیل القدر صحابیؓ، مدینہ منورہ میں، مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جہاں کی ایک نماز دیگر پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہوتی ہے، خود رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں نماز پڑھنے کی غرض سے کچھ دیر رک جاتے ہیں۔ جہاد ترک کرنے کا ارادہ نہیں فرماتے، بلکہ محض لشکر میں شامل ہونے اور فی سبیل اللہ نکلنے میں تھوڑی سی تاخیر کر دیتے ہیں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بھی ان صحابیؓ کی گرفت فرماتے ہیں اور ان پر یہ واضح کر دیتے ہیں کہ ان کا ساری دنیا کے اسباب و اموال کو خرچ کر دینا راہِ جہاد کی ایک صبح یا شام کے اجر

کے برابر نہیں۔ اگر کسی صحابیؓ کا اتنا عظیم عمل جہاد کی ایک صبح یا شام کے مساوی نہیں تو بھلا غیر صحابیؓ کا، اور بالخصوص ہم خطا کاروں کا کوئی نیک عمل کہاں اتنا اہم ہوسکتا ہے کہ اس کی خاطر ہم فرضِ عین جہاد سے محض تھوڑی سی دیر ہی کے لئے نہیں، مستقل طور پر پیچھے بیٹھ جائیں؟ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

" جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ دُلَّنِیْ عَلٰی عَمَلٍ يَّعْدِلُ الْجِهَادَ، قَالَ: لَا اَجِدُهٗ، قَالَ: هَلْ تَسْتَطِيْعُ اِذَا خَرَجَ الْمُجَاهِدُ اَنْ تَدْخُلَ مَسْجِدَکَ فَتَقُوْمَ وَلَا تَفْتُرَ وَ تَصُوْمَ وَلَا تُفْطِرَ، قَالَ: وَمَنْ يَّسْتَطِيْعُ ذٰلِکَ؟ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ: اِنَّ فَرَسَ الْمُجَاهِدِ لَيَسْتَنُّ فِيْ طِوَلِهٖ فَيُكْتَبُ لَهٗ حَسَنَاتٍ"

"ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جو جہاد کے برابر ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایسا کوئی عمل نہیں پاتا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم اس بات کی استطاعت رکھتے ہو کہ جب مجاہد (اپنے گھر سے) نکلے تو تم مسجد میں داخل ہو جاؤ، پھر (نماز کے لئے) کھڑے ہو اور وقفہ نہ کرو اور روزہ رکھو اور افطار نہ کرو۔ وہ شخص کہنے لگا کہ اس کی طاقت بھلا کون رکھتا ہے؟" حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ: "بلاشبہ مجاہد کا گھوڑا جب رسی میں اچھل کود کرتا ہے تو اس پر بھی مجاہد کے لئے نیکیاں لکھی جاتی ہیں"۔ (بخاري: كتاب الجهاد والسير: باب فضل الجهاد والسير)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں اس عنوان سے ایک باب باندھا ہے کہ: "باب في فضل من قتل كافراً"، یعنی "اس شخص کی فضیلت کا بیان جس نے کافر کو قتل کیا"۔ اس باب میں آپ یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ:

"لَا يَجْتَمِعُ فِيْ النَّارِ كَافِرٌ وَ قَاتِلُهٗ اَبَدًا"

"کافر اور اس کا قاتل (جہنم کی) آگ میں کبھی اکٹھے نہیں ہوں گے"۔ (أبو داود: كتاب الجهاد: باب في فضل من قتل كافراً)

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"والضابطة فيه أن القاتل لا يجتمع مع المقتول، فإن ذهب أحدهما إلى الجنة يذهب الآخر إلى النار."

''اس معاملے میں اصول یہ ہے کہ قاتل اور مقتول ایک جگہ اکٹھے نہیں ہوں گے۔ اگر ایک جنت میں جائے گا تو دوسرا جہنم میں''۔(فيض الباري على صحيح البخاري،المجلد الرابع: كتاب الجهاد)

اب چونکہ کافر کا انجام تو ہمیشگی کی دوزخ ہے، لہٰذا اسے فی سبیل اللہ قتل کرنے والا مجاہد کبھی دوزخ میں نہیں جائے گا۔ جہاد فی سبیل اللہ اور قتل وقتال کے انھی فضائل کو دیکھتے ہوئے علماء فرماتے ہیں کہ:

''لا يقدر الإنسان على بيانه لأن الجهاد ذروة سنام الإسلام وفيه كبت الكفر والضلال.''

''انسان (جہاد کے) ان (فضائل کو کما حقہٗ) بیان کرنے کی قدرت ہی نہیں رکھتا کیونکہ جہاد تو اسلام کے کوہان کی چوٹی ہے اور اسی میں کفر وگمراہی کی ذلت ہے''۔

(أنوار المحمود على سنن أبي داود:الجزء الثاني: كتاب الجهاد)

ایک طرف جہاد کے یہ لامتناہی فضائل ہیں جو ہر اہلِ ایمان کو اپنی طرف کھینچتے ہیں تو دوسری جانب یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جہاد محض سنتِ محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہیں ہے، بلکہ یہ دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم اور ان کے متبعین کی سنت بھی ہے۔ پس انبیاء علیہم السلام کی محبت اور اتباع کا تقاضا بھی یہی ہے کہ انسان جہاد کو دانتوں سے پکڑے رکھے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَكَاَيِّنْ مِّن نَّبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ فَمَا وَهَنُوا لِمَا اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصَّابِرِيْنَ﴾ (آل عمران: ١٤٦)

''اور کتنے ہی انبیاء ایسے گزرے ہیں جن کے ساتھ مل کر بہت سے اللہ والوں نے جنگ کی۔ پھر جو مصیبتیں ان کو اللہ کی راہ میں پہنچیں ان کی وجہ سے نہ ہمت ہارے نہ کمزور پڑے اور نہ ہی عاجز ہوئے، اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے''۔

مولانا عاشق الٰہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی شرح میں فرماتے ہیں:

''دنیا میں عہدِ قدیم سے ایمان وکفر کی جنگ رہی ہے۔ سیدنا ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں جب سے اہلِ کفر کا وجود ہوا اسی وقت سے اہلِ ایمان اور اہلِ کفر کا آپس میں مقابلہ اور مقاتلہ ہوتا رہا ہے۔ حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام کے جو ساتھی تھے انھیں اپنے اپنے زمانے میں کافروں سے جنگیں کرنی پڑیں۔ دشمن کے مقابلے میں ان حضرات نے جانوں کی بازی لگائی۔ ان آیات میں ان حضرات کی تعریف فرمائی گئی کہ انھوں نے اللہ کی راہ میں جنگ کرنے میں نہ ہمت ہاری نہ سستی دکھائی، نہ

دشمن کے سامنے عاجزی ظاہر کی۔صبر وثبات اور استقامت کے ساتھ جنگ کرتے رہے...... امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ان تمام امور میں عبرت ونصیحت ہے کہ تم سے پہلی امتیں انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ مل کر دشمنوں سے جم کر لڑیں اور مصائب اور شدائد سے نہ گھبرائیں۔تمھارے ساتھ جو کچھ پیش آیا ہے وہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔اللہ والوں کو ایسی مشکلات پیش آتی ہی ہیں۔دشمن اپنی کوششیں جاری رکھتے ہیں، جنگ کرنی ہی پڑتی ہے، اپنے آدمی بھی مقتول ہوتے ہیں۔ہر صورتِ حال پر قابو پانے کو اپنا وطیرہ بناؤ اور جم کر لڑو۔سستی اور کمزوری نہ دکھاؤ۔دشمن کے سامنے عاجز نہ ہو جاؤ''۔

(تفسیر انوار البیان، جلد اوّل)

اسی طرح سورۂ توبہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ اشۡتَرٰى مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ وَاَمۡوَالَهُمۡ بِاَنَّ لَهُمُ الۡجَنَّةَ يُقَاتِلُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ فَيَقۡتُلُوۡنَ وَيُقۡتَلُوۡنَ وَعۡدًا عَلَيۡهِ حَقًّا فِى التَّوۡرٰٮةِ وَالۡاِنۡجِيۡلِ وَالۡقُرۡاٰنِ...... ﴾(التوبة: ١١١)

''بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں، پس (کافروں کو بھی) قتل کرتے ہیں اور خود بھی قتل ہوتے ہیں۔یہ اللہ کے ذمے ایک سچا وعدہ ہے توریت اور انجیل اور قرآن میں......''

صاحبِ تفسیرِ مظہری اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''و فيه دليل على أن أهل الملل كلهم أمروا بالجهاد و وعدوا عليه بالجنة.''

''اور یہ (فرمانِ مبارک) اس بات کی دلیل ہے کہ تمام (انبیاء کی) ملتوں کو جہاد کا حکم دیا گیا تھا اور اس کے بدلے میں ان سے جنت کے وعدے کئے گئے تھے''۔ **(تفسير المظهري: المجلد الرابع)**

جہاد کے یہ فضائل جان لینے کے بعد، یہ سمجھ لینے کے بعد کہ جہاد کی راہ دراصل راہِ انبیاء علیہم السلام ہے، بھلا کوئی صاحبِ ایمان جہاد میں شرکت سے پیچھے رہنا گوارا کرسکتا ہے؟ اس موقع پر یہ نکتہ بھی واضح رہنا ضروری ہے کہ ہم یہاں ''غربت کے خلاف جہاد''، ''جہالت کے خلاف جہاد''، ''پولیو کے خلاف جہاد''، ''جمہوری نظام کے قیام کے لیے انتخابی جہاد'' اور ایسے ہی دیگر من گھڑت جہادوں کی بات نہیں کر رہے۔ہم تو یہاں اس جہاد کی بات کر رہے ہیں جسے شریعت کی اصطلاح میں جہاد کہا جاتا ہے، جو جہاد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کیا اور جسے سلفِ صالحین نے ٹھیک ٹھیک سمجھا۔ایک صحیح حدیث میں وارد ہے کہ ایک صحابیؓ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہیں:

”وَ مَاالْجِهَادُ؟“

”جہاد کیا ہے؟“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

” اَنْ تُقَاتِلَ الْكُفَّارَ اِذَا لَقِيْتَهُمْ“

”(جہاد) یہ (ہے) کہ جب تمھارا کافروں سے مقابلہ ہو تو تم ان سے جنگ کرو“۔ **(مسند أحمد: مسند عمرو بن عبسةؓ)**

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جہاد کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”**و هو لغة المشقة، و شرعاً بذل المجهود في قتال الكفار**......“

”جہاد کا لغوی مطلب مشقت و جدوجہد کرنا ہے، جب کہ اس کا شرعی معنی یہ ہے کہ کفار کے خلاف قتال میں اپنی بھرپور کوشش لگائی جائے......“**(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح: المجلد السابع، كتاب الجهاد)**

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”**وشرعاً بذل الجهد في قتال الكفار لإعلاء كلمة الله**“

”(جہاد کا) شرعی مطلب ہے: کفار کے خلاف قتال میں اللہ کے کلمے کی سربلندی کے لیے اپنی پوری کوشش کھپانا“۔**(عمدة القاري شرح صحيح البخاري: ج١۴، ص ٧٨)**

شرحِ کرمانیؒ میں جہاد کی یہ تعریف درج ہے کہ:

”**قتال الكفار لتقوية الدين.**“

”دین کی تقویت کے لیے کفار کے خلاف قتال کرنا“۔**(شرح الكرماني: ج١٢، ص ٩٦)**

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

”**الجهاد إستفراغ الوسع في مدافعة العدو.**“

”جہاد کا مطلب ہے حملہ آور دشمن کو پچھاڑنے میں اپنی انتہائی قوت لگا ڈالنا“۔ (بحوالہ: مظاہرِ حق: جلد سوم، کتاب الجہاد)

صاحبِ ”**مجمع الأنهر**“ لکھتے ہیں:

”**الجهاد في اللغة بذل ما في الوسع من القول و الفعل. و في الشريعة: قتل الكفار و**

نحوه من ضربهم و نهب أموالهم و هدم معابدهم و كسر أصنامهم و غيرهم، و المراد الإجتهاد في تقوية الدين بنحو قتال الحربيين، و الذميين، والمرتدين الذين هم أخبث الكفار للإنكار بعد الإقرار، و الباغين......''

''لغت میں جہاد سے مراد ہے (کسی کام میں) اپنی قولی وفعلی قوتیں جتنا بس چلے کھپا دینا۔ جب کہ شریعت میں (جہاد سے مراد ہے) کفار کو قتل کرنا اور ایسے ہی دیگر افعال کرنا مثلاً: کفار کو مارنا، ان کا مال لوٹنا، ان کی عبادت گاہیں منہدم کرنا اور ان کے بت توڑنا وغیرہ۔ گویا جہاد سے مراد یہ ہے کہ دین کی تقویت کی خاطر جدوجہد کرتے ہوئے حربی کافروں سے قتال کرنا، (معاہدہ شکن) ذمیوں سے قتال کرنا، مرتدین سے قتال کرنا جو درحقیقت کفار کی خبیث ترین قسم ہیں کیونکہ انھوں نے (حق کا) اقرار کرنے کے بعد اس کا انکار کیا اور اسی طرح باغیوں سے قتال کرنا......'' **(مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر: كتاب السير)**

پس جہاد کا حقیقی مفہوم جو اسلاف نے سمجھا تھا، یہی ہے کہ ایک مومن قتال فی سبیل اللہ میں اپنی صلاحیتیں پوری طرح لگا دے۔ آج جب کہ جہاد فرضِ عین ہو چکا ہے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ میدانِ جہاد کی طرف رخ کرے، میدان میں اتر کر کافروں کا مقابلہ کرے، ان کی گردنیں مارنے کی سعادت حاصل کرے، پھر اپنی جان بھی اللہ کے سامنے پیش کر دے......اور یوں اپنا مقصودِ اصلی یعنی رضائے الٰہی پا جائے۔ آج اللہ تعالیٰ نے زمین کے ہر خطے میں جہاد کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ افغانستان سے لے کر شیشان وعراق تک اور فلسطین سے لے کر صومالیہ وسوڈان تک جہاد کے کتنے ہی میدان اللہ تعالیٰ نے اس امت کو فراہم کر دیئے ہیں۔ پس آج جہاد میں شرکت کی مؤثر ترین صورت یہی ہے کہ ہم ان محاذوں کا رخ کریں اور دیگر مجاہدین کے شانہ بشانہ دشمنانِ دین کا مقابلہ کریں۔ یہی آج کا سب سے اہم فرضِ عین ہے۔

۴۔ اپنے مال سے جہاد کرنا

مال سے جہاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مجاہدین اور جہاد فی سبیل اللہ کی ضروریات پر مال خرچ کیا جائے۔ مجاہدین کو تائیدِ الٰہی کے بعد، اسباب کے ذیل میں یہی دو اساسی چیزیں درکار ہوتی ہیں: افرادِ کار اور مالی وسائل۔ اسی لیے قرآن بار بار اہلِ ایمان کو انھی دو باتوں پر ابھارتا ہے، یعنی مالی جہاد اور بدنی جہاد۔ شیخ یوسف العُیَیرِی شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

'' قرآن میں بہت سے مقامات پر جہاد بالمال اور جہاد بالنفس کا ذکر اکٹھے آیا ہے، اور بالعموم جہاد

بالمال کا تذکرہ جہاد بالنفس سے پہلے کیا گیا ہے۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مالی جہاد، بدنی جہاد سے افضل ہے۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ مالی جہاد، جہاد کی ایسی قسم ہے جس کی مخاطب ساری امت ہے۔ رجالِ کار کے معاملے میں کفایت تو افرادِ امت کی ایک مطلوبہ تعداد کے نکلنے سے پوری ہو جاتی ہے مگر مال کے معاملے میں کفایت تب ہی حاصل ہوتی ہے جب پوری امت اکٹھی ہو کر اس فرض کو ادا کرے اور جہاد و مجاہدین کی خاطر اپنے مال کی قربانی دے کیونکہ مال تو جہاد کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ پس جہاد بالمال کے حکم کے مخاطبین جہاد بالنفس کے مخاطبین سے کہیں زیادہ ہیں۔ اسی لیے قرآنی آیات میں جہاد بالمال کو جہاد بالنفس پر مقدم رکھا گیا، کیونکہ اس کے مخاطبین میں تو مرد اور عورتیں، جوان اور بوڑھے اور چھوٹے اور بڑے سب ہی شامل ہیں''۔

جہاد بالمال کے لیے یہ ضروری نہیں کہ خرچ کی گئی رقم بہت بڑی ہو۔ مومن کے ذمے تو بس یہ ہے کہ وہ اتنا مال خرچ کرے جو اللہ کے دربار میں اس کی نجات کا باعث بن سکے۔ جہاد بالمال جب ہم پر فرضِ عین ہو جائے تو اصل مقصود تو اتنا مال خرچ کرنا ہوتا ہے جس سے فرضیت کا یہ بار ہماری گردن سے اتر جائے اور ہم عند اللہ بریء الذمہ ہو جائیں، چاہے محض تھوڑا ہی سا مال خرچ کرنے سے یہ مقصد حاصل ہو جائے۔ نسائی شریف، مسند احمد اور دیگر کتبِ حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سَبَقَ دِرْهَمٌ مِائَةَ اَلْفِ دِرْهَمٍ''

''ایک درہم ایک لاکھ درہم سے آگے نکل گیا!''

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تعجب سے دریافت فرمایا:

'' يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ؟''

''یارسول اللہ! یہ کیسے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''كَانَ لِرَجُلٍ دِرْهَمَانِ تَصَدَّقَ بِاَحَدِهِمَا وَانْطَلَقَ رَجُلٌ اِلٰى عُرْضِ مَالِهِ فَاَخَذَ مِنْهُ مِائَةَ اَلْفِ دِرْهَمٍ فَتَصَدَّقَ بِهَا''

''ایک شخص کے پاس دو ہی درہم تھے اور اس نے ان میں سے بھی ایک صدقہ کر دیا، جب کہ ایک دوسرا شخص اپنے کل مال کے ایک چھوٹے سے حصے کی طرف بڑھا اور اس میں سے ایک لاکھ درہم نکال کر صدقہ کر

دیئے (چنانچہ پہلا شخص کم دینے کے باوجود آگے نکل گیا)۔'' (نسائي: كتاب الزكاة: باب جهد المقل)
اللہ تعالیٰ کے دربار میں صدقے کی قبولیت کا معیار یہ نہیں ہے کہ کتنا مال دیا جار ہا ہے، بلکہ معیار تو یہ ہے کہ کتنے میں سے کتنا دیا جار ہا ہے۔ اصل چیز مال کی مقدار نہیں بلکہ دینے والے کی کیفیت اور اس کا اخلاص ہے۔ مسند احمد اور ابوداؤد میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ:

''اَیُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ ؟''

''سب سے افضل صدقہ کون سا ہے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جُهْدُ الْمُقِلِّ...... ''

''وہ صدقہ جو کم مال والا تکلیف اٹھا کر دے'' (أبو داود: كتاب الزكاة، باب في الرخصة في ذلک)

یعنی ایسے شخص کا صدقہ جو خود مال کا محتاج ہو، تھوڑی ہی سی جمع پونجی رکھتا ہو مگر اس میں سے بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے نہ رکے۔ پس اللہ سے ڈریئے اور جو بہترین مال آپ اپنے لیے پسند کرتے ہیں اسے اللہ کی راہ میں خرچ کریں۔ اور یہ ادائیگی بھی بس ایک بار کر دینا کافی نہیں بلکہ جہاد کے لیے اپنی آمدن میں سے ایک حصہ مستقلاً مقرر کر لیں کیونکہ محاذوں پر جنگ جاری ہے اور مجاہدین کو مال کی ضرورت ہے''۔

(إضاء ات علی طريق الجهاد)

جہاد بالمال کے حوالے سے شیخ عبداللہ عزام شہید رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ یہاں نقل کرنا بھی فائدے سے خالی نہیں۔ آپؒ فرماتے ہیں:

''جہاد بالمال بھی آج فرضِ عین ہے اور جب تک جہاد کو مال کی ضرورت ہے مسلمانوں کے لیے حرام ہے کہ وہ (اپنی جائز ضرورت سے زیادہ) مال جمع کر کے رکھیں''۔

آپؒ کا یہ فتویٰ جیسے پہلے افغان جہاد میں درست تھا ویسے ہی آج دوسرے افغان جہاد پر بھی ٹھیک ٹھیک منطبق ہوتا ہے۔ جہاد تو آج بھی اسی طرح مال کا محتاج ہے بلکہ پہلے سے بڑھ کر، کیونکہ تب تو مقابلہ تنہا روس سے تھا، جب کہ آج ساری دنیائے کفر: امریکہ، نیٹو، اقوامِ متحدہ، حتیٰ کہ مسلم علاقوں کی طاغوتی حکومتیں اور افواج بھی مقابلے میں کھڑی ہیں۔ ان سب کے مقابلے کے لیے تو کئی کئی حکومتوں کے مصارف درکار ہیں، لہٰذا اگر امت کا ہر ہر فرد اس فرض کی ادائیگی میں اپنا حصہ ڈالے گا تبھی جہاد اور مجاہدین کی مالی ضروریات پوری ہو پائیں گی۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار احادیث، جہاد میں خرچ کرنے پر ابھارتی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک صحابیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مہار والی اونٹنی لے کر حاضر ہوئے اور فرمایا:

"هٰذِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ"

"یہ اللہ کی راہ میں (صدقہ) ہے"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" لَکَ بِهَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ سَبْعُ مِائَةِ نَاقَةٍ کُلُّهَا مَخْطُوْمَةٌ "

"تیرے لیے اس کے بدلے میں قیامت کے دن سات سو اونٹنیاں ہوں گی جو تمام کی تمام مہار والی ہوں گی۔" **(مسلم: کتاب الإمارة: باب فضل الصدقة في سبیل اللّٰه و تضعیفها)**

ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث ذکر کرنے کے بعد امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ:

"......یحتمل أن یکون المراد أن له أجر سبع مائة ناقة في غیر سبیل اللّٰه، و أن یکون علی ظاهره، و یکون له في الجنة بها سبع مائة ناقة یرکبها حیث شاء للتنزه......"

"......اس فرمان سے یہ مراد ہوسکتی ہے کہ اس شخص کو سات سو ایسی اونٹنیاں صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا جنھیں (جہاد) فی سبیل اللہ کے سوا کسی اور (نیکی کی) راہ میں صدقہ کیا گیا ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ حدیث سے اس کے ظاہری معنی ہی مراد ہوں، یعنی اس شخص کو جنت میں سات سو اونٹنیاں دی جائیں گی جن پر بیٹھ کر وہ جہاں چاہے گا سیر کی غرض سے گھومے پھرے گا......"

(مرقاة المفاتیح :المجلد الثاني، کتاب الجهاد، الفصل الثاني)

ایک اور حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَیْنِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ دَعَاهُ خَزَنَةُ الْجَنَّةِ، کُلُّ خَزَنَةِ بَابٍ: اَیْ فُلُ هَلُمَّ "

"جس شخص نے اللہ کی راہ میں جوڑا (یعنی دو چیزیں) خرچ کیں، اسے جنت کے دربان بلائیں گے، ہر دروازے کے دربان؛ کہ اے فلاں! ادھر آؤ!" **(بخاري: کتاب الجهاد و السیر: باب فضل النفقة في سبیل اللّٰه)**

صاحبِ کشف الباری اس حدیث کی شرح میں علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ:

"انفاقِ زوجین سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس کسی نوع کی ایک چیز ہے تو اس کے ساتھ دوسری

بھی ملائے اور اسے جوڑی بنائے۔ چنانچہ اگر اس کے پاس ایک درہم ہے تو ایک اور ملا کر دو کا انفاق کرے، اسی طرح اگر ایک اسلحہ ہے تو جوڑی بنا کر انفاق کرے"۔(**كشف الباري عما في صحيح البخاري : كتاب الجهاد:باب فضل النفقة في سبيل الله**)

گویا حدیث ہمیں انفاق فی سبیل اللہ کے آداب بھی سکھلاتی ہے اور یہ بھی بتاتی ہے کہ اس فعل کا اجر کتنا عظیم ہے۔ دیگر نیکیاں کرنے والوں کے لیے جنت کا کوئی ایک دروازہ مخصوص ہوتا ہے، روزے داروں کے لیے علاحدہ دروازہ، نمازیوں کے لیے علاحدہ دروازہ وغیرہ۔ لیکن جہاد بالمال کا یہ انوکھا انداز اختیار کرنے والے کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں اور ان کے دربان خود پکار پکار کر اسے بلاتے ہیں۔ اللہ ہمیں اس سعادت سے محروم نہ فرمائے۔ آمین!

صحیح مسلم کی ایک حدیث اس شبہہ کو بھی دور کرتی ہے کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے مال کم ہوتا ہے۔ اس حدیث کے آخری ٹکڑے میں ایک صحابیؓ اپنی اہلیہ کو ایک مجاہد کی ضروریات پر مال خرچ کرنے پر ابھارتے ہیں اور فرماتے ہیں:

"......لَا تَحْبِسِيْ عَنْهُ شَيْئًا ، فَوَاللّٰهِ لَا تَحْبِسِيْ مِنْهُ شَيْئًا فَيُبَارَكُ لَكِ فِيْهِ"

"......اس (مجاہد) کو دینے سے کوئی مال بچا کر نہ رکھنا۔ اللہ کی قسم اس مال میں سے کوئی چیز نہ روکنا تا کہ تمھارے اس مال میں برکت ڈال دی جائے"۔(**مسلم: كتاب الإمارة: باب فضل إعانة الغازي في سبيل الله بمركوب**)

گویا جہاد میں مال خرچ کرنے سے مال گھٹتا نہیں، بلکہ یہی انفاق تو مال میں برکت کے نزول کا باعث بنتا ہے۔ اسی طرح ابنِ ماجہؒ کی ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

" مَنْ اَرْسَلَ نَفَقَةً فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ و اَقَامَ فِیْ بَیْتِهٖ فَلَهٗ بِكُلِّ دِرْهَمٍ سَبْعُ مِائَةِ دِرْهَمٍ وَمَنْ غَزَا بِنَفْسِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ اَنْفَقَ فِیْ وَجْهِهٖ ذٰلِكَ فَلَهٗ بِكُلِّ دِرْهَمٍ سَبْعُ مِائَةِ اَلْفِ دِرْهَمٍ، ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰیَةَ:﴿ وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ﴾

"جس شخص نے اللہ کی راہ میں مال بھیجا اور خود اپنے گھر میں رکا رہا تو اسے ہر درہم کے بدلے سات سو درہم ملیں گے۔ اور جس شخص نے خود اللہ کی راہ میں جنگ کی اور اسی راہ میں مال بھی خرچ کیا تو اسے ہر درہم کے بدلے سات لاکھ درہم ملیں گے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:﴿ وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ "اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے (اجر) دوچند کیے دیتا ہے"۔

(إبن ماجه: ٩٢٦/٦، حديث رقم:٢٧٦١)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث نقل کر کے فرماتے ہیں:

''......**دلالة على أن المذكور هو أقل الموعود، و الله يضاعف لمن يشآء أضعافًا كثيرًا.**''

''......(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت) اس بات کی دلیل کے طور پر (تلاوت فرمائی) کہ حدیث میں جس اجر کا ذکر کیا گیا ہے وہ تو وہ کم سے کم ثواب ہے جس کا وعدہ کیا جا رہا ہے اور اللہ جس کے لیے چاہے (اس سے بھی) کئی گنا زیادہ بڑھا دے''۔ (**مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح، كتاب الجهاد**)

پس ضرورت آج اس امر کی ہے ان فضائل کو نگاہ میں رکھتے ہوئے تمام اہلِ ایمان جہاد بالمال میں اپنا حصہ ڈالیں۔ کفار کی پوری کوشش ہے کہ مجاہدین کے تمام مالی وسائل و ذرائع کاٹ دیئے جائیں، بینک کھاتے منجمد اور معاونت کرنے والے ادارے بند کر دیئے جائیں اور مجاہدین کی مالی اعانت کرنے والوں کے ساتھ بھی وہی بہیمانہ سلوک کیا جائے جو خود مجاہدین کے ساتھ روا رکھا جا رہا ہے۔ کفار و منافقین کے یہ حربے کچھ نئے نہیں۔ قرآن دشمنانِ دین کا یہ قول آج سے ساڑھے چودہ سو سال قبل بیان کرتا ہے کہ:

﴿ **لَا تُنۡفِقُوۡا عَلٰى مَنۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنۡفَضُّوۡا** ﴾ (**المنافقون: ٧**)

''ان لوگوں پر (مال) مت خرچ کرو جو رسول اللہ کے ساتھ ہیں تاکہ وہ منتشر ہو جائیں''۔

لیکن ساتھ ہی اللہ تعالیٰ دشمنوں کی اس بات کے پس منظر میں موجود غلط فہمی بھی درست کئے دیتے ہیں کہ:

﴿ **وَ لِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَلٰكِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ لَا يَفۡقَهُوۡنَ** ﴾ (**المنافقون: ٧**)

''اور زمین و آسمان کے خزانوں کا مالک تو اللہ ہی ہے لیکن منافق اس بات کی سمجھ نہیں رکھتے''۔

پس امت کا فرض بنتا ہے کہ وہ ان سازشوں کو ناکام بنائے اور اللہ پر توکل کرتے ہوئے، اسی سے مدد مانگتے ہوئے امت کے دفاع میں کھڑے مجاہدین کی بھرپور مالی معاونت کرے اور جہاد کے لیے درکار ہر قسم کے وسائل انھیں فراہم کرے۔ ہماری آخرت کی فلاح بھی اسی میں ہے اور دنیا میں کفر کے غلبے سے نجات پانے کی راہ بھی یہی ہے۔ نیز اس امر کا بھی پورا اہتمام کیا جائے کہ یہ اموالِ جہاد کے نام لیوا ان لوگوں تک نہ پہنچیں جو ابھی تک طاغوتی ایجنسیوں کے زیرِ سایہ کھڑے ہیں اور کفر و اسلام کی اس صریح عالمگیر جنگ میں اپنا وزن اہلِ ایمان کے پلڑے میں ڈالنے میں ناکام رہے ہیں۔ امت کی نصرت کے اصل مستحق وہ حقیقی مجاہدین ہیں جو اپنی ایمانی بصیرت سے کام لیتے ہوئے کفر کا اصل چہرہ پہچان چکے ہیں، طاغوت...... چاہے عالمی ہو یا مقامی...... سے ادنیٰ

سا تعاون لینا بھی اپنی ایمانی غیرت اور حکمِ شریعت کے منافی جانتے ہیں اور محض اللہ پر توکل کرتے ہوئے اور پھر اہلِ ایمان کی نصرت پر بھروسہ کرتے ہوئے عالمی نظامِ کفر سے ٹکر لینے کے لیے میدان میں نکل آئے ہیں۔

۵۔مجاہد کا ساز و سامان پورا کرنا

جہاد فی سبیل اللہ میں اپنا حصہ ڈالنے کی ایک اہم صورت یہ ہے کہ کسی مجاہد کا ساز و سامان پورا کر دیا جائے۔احادیثِ مبارکہ میں اس عمل کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

''مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا ''

''جس شخص نے اللہ کی راہ میں لڑنے والے کا ساز و سامان پورا کر دیا تو گویا وہ خود لڑا''۔ (بخاري: كتاب الجهاد و السير: باب فضل من جهز غازيا أو خلفه بخير)

اس طرح ایک اور حدیث میں یہ الفاظ مروی ہیں کہ:

''مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَانَ لَهُ مِثْلُ اَجْرِهِ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّنْقَصَ مِنْ اَجْرِ الْغَازِيْ شَيْئًا''

''جس شخص نے اللہ کی راہ میں لڑنے والے کا ساز و سامان پورا کر دیا اسے بھی اس لڑنے والے کے برابر اجر ملے گا بغیر اس کے کہ اس لڑنے والے کے اجر میں کوئی کمی واقع ہو''۔

(ابن ماجه: كتاب الجهاد، باب من جهزّ غازيا)

یہاں ساز و سامان فراہم کرنے سے کیا مراد ہے؟ صاحبِ کشف الباریؒ یہ بات واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ:

'' آدمی کسی (جہاد میں شریک کسی دوسرے) آدمی کو سامانِ جہاد فراہم کرتا ہے، اسلحے کا انتظام کرتا ہے اور زادِ راہ وغیرہ مہیا کرتا ہے''۔(كشف الباري عما في صحيح البخاري: كتاب الجهاد و السير: جلد اوّل)

ایک دوسری روایت میں یہ صراحت بھی موجود ہے کہ کتنا سامان فراہم کرنے سے انسان اس بشارت کا مستحق بنتا ہے:

''مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَسْتَقِلَّ......''

''جس شخص نے اللہ کی راہ میں لڑنے والے کا ساز و سامان پورا کر دیا یہاں تک کہ وہ مجاہد کسی (چیز) کا محتاج نہ رہا......'' (ابن ماجه: كتاب الجهاد، باب من جهزّ غازيا / و مثله في مسند أحمد: أول مسند عمر بن الخطابؓ / والحاكم: كتاب الجهاد)

یعنی اس زبردست اجر و ثواب کا مستحق وہ شخص ہے جو کسی مجاہد کی تمام تر ضروریات، اس کا اسلحہ، زادِ راہ،

کپڑے، خوراک، اور تمام دیگر مصارف پورے کر دے اور مال اور وسائل کے حوالے سے اس کی کوئی ضرورت باقی نہ رہنے دے۔اس سے کم درجے کی مدد واعانت پر کچھ ثواب تو ملے گا، لیکن مجاہد کے برابر اجر کا مستحق وہی شخص ہوگا جو اس کی پوری تیاری کروائے۔

اس کے برعکس ایک وہ شخص ہے جو کسی طرح بھی مجاہدین کی مدد نہیں کرتا۔ایسا شخص رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی سخت وعید کا نشانہ بنتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہے:

” مَا مِنْ اَهْلِ بیْتٍ لَا یَغْزُو مِنْهُمْ غَازٍ اَوْ یُجَهِّز غَازِیًا بِسِلْکٍ اَوْ اِبْرَةٍ اَوْ مَا یَعْدِلُهَا مِنَ الْوَرِقِ اَوْ یَخْلُفهُ فِیْ اَهْلِهٖ بِخَیْرٍ اِلَّا اَصَابَهُمُ اللّٰهُ بِقَارِعَةٍ قَبْلَ یَوْمِ الْقِیَامَةِ “

”جس گھرانے کا کوئی بھی فرد قتال میں شرکت کے لیے نہ نکلے، نہ ہی دھاگے یا سوئی یا اس کے برابر چاندی (یعنی پیسوں) سے کسی مجاہد کی تیاری میں مدد دے اور نہ کسی مجاہد (کی غیر موجودگی میں اس) کے گھر والوں کی اچھی طرح خبر گیری کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت سے پہلے (دنیا ہی میں) اس پر ایک سخت مصیبت مسلط فرمادیتے ہیں“۔(المعجم الأوسط للطبراني: باب من بقية من أول إسمه ميم من موسىٰ)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ناراضی وغضب سے محفوظ رکھے۔(آمین) چنانچہ وہ تمام لوگ جو کسی حقیقی شرعی عذر کی وجہ سے خود محاذوں کا رخ نہیں کرسکتے، اللہ تعالیٰ نے اپنے خصوصی فضل وکرم سے ان کے لیے جہاد میں شرکت اور اجر وثواب سمیٹنے کا یہ عظیم دروازہ کھول دیا ہے کہ یہ تمام لوگ کسی مجاہد کو اسبابِ جہاد فراہم کر کے گھر بیٹھے ہی قتال فی سبیل اللہ کا اجر کما سکتے ہیں۔ایک اور حدیث میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کو جنت کی بشارت سناتے ہیں جو مجاہد کو وسائلِ جہاد فراہم کرے:

” اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ یُدْخِلُ بِالسَّهْمِ الْوَاحِدِ ثَلَاثَةَ نَفَرٍ الْجَنَّةَ؛ صَانِعَهُ الَّذِیْ یَحْتَسِبُ فِیْ صَنْعَتِهِ الْخَیْرَ، وَالَّذِیْ یُجَهِّزُ بِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ، وَ الَّذِیْ یَرْمِیْ بِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ“

”بے شک اللہ عز وجل ایک تیر سے تین بندوں کو جنت میں داخل فرماتے ہیں۔تیر بنانے والا جو اسے بنانے میں بھلائی کی نیت رکھتا ہو، اللہ کی راہ میں (کسی مجاہد کو) وہ تیر فراہم کرنے والا، اور اللہ کی راہ میں وہ تیر چلانے والا“۔(مسند أحمد: حديث عقبة بن عامر الجهني عن النبي صلى الله عليه و سلم)

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

” فالحاصل أن من باشر القتال، و من أعان عليه بنوع ، كلهم مشتركون في الجهاد، و إن اختلفوا في الأجر زيادةً و نقصانًا بحسب تفاوت مراتب الخلوص ، و سماحة

الأنفس ، وصرف الأموال، و بذل المهج."

"پس خلاصہ یہ ہوا کہ جس نے قتال میں خود حصہ لیا اور جس نے کسی بھی طریقے سے اس مجاہد کی معاونت کی ، یہ سب جہاد میں شریک ہیں، اگرچہ اخلاص، سخاوتِ نفس، مال خرچ کرنے اور جان قربان کرنے کے مراتب میں فرق کے اعتبار سے ان کے اجر میں فرق ہوسکتا ہے، کسی کا کم اور کسی کا زیادہ"۔

(فيض الباري على صحيح البخاري: المجلد الرابع، كتاب الجهاد)

پس اہلِ ایمان کو چاہیئے کہ وہ جنت کمانے کے اس قیمتی موقع کو ضائع نہ کریں اور آگے بڑھ کر اللہ کی رحمتیں سمیٹ لیں۔ اپنے زکوٰۃ وصدقات کے اموال اس راہ میں لٹائیں کیونکہ ان کا بہترین مصرف مجاہدین کی تیاری ہے، بالخصوص جب کہ جہاد بالمال بھی فرضِ عین ہو چکا ہو۔

مجاہدین کو ساز وسامان فراہم کر کے ان کے برابر اجر کمانے کا یہ دروازہ تو خواتین کے لیے بھی کھلا ہے۔ وہ غیور اہلِ ایمان خواتین جن کے دل جہاد میں حصہ ڈالنے کے لیے تڑپتے ہیں، جو اس عظیم عبادت سے کسی طور محروم نہیں رہنا چاہتی ہیں، انھیں چاہیے کہ وہ اپنا مال واسباب لٹا کر اس عظیم اجر کو حاصل کریں۔ مسلمانوں کی پوری تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے جہاں مسلمان خواتین نے اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں لٹا کر جہاد کو تقویت بخشی۔ غزوۂ تبوک میں، جب کہ مقابلہ اس وقت کی سب سے بڑی سلطنت سے تھا اور مسلمان مالی تنگی کا سامنا کر رہے تھے، صحابیاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر مجاہدین کو سامان فراہم کرنے میں اپنا حصہ ڈالا۔ حضرت ام سنان اسلمیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے غزوۂ تبوک کے موقع پر دیکھا کہ:

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک کپڑا بچھا ہوا ہے جس پر کنگن، بازوبند، پازیب، بالیاں، انگوٹھیاں اور بہت سے زیور رکھے ہوئے ہیں"۔ (ابن عساكر: المجلد الأول)

یہ محض ماضی بعید کے قصے ہی نہیں، آج بھی الحمدللہ امت میں ایسی مائیں بہنیں موجود ہیں جن کی قربانیاں اسلاف کی یادیں تازہ کر دیتی ہیں۔ شیشان میں شہید ہونے والے قائد ابوجعفر یمنی رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ کی مثال ہمارے سامنے ہے، جنھوں نے اپنا سارا زیور بیچ کر اپنے بھائی کا اسلحہ و دیگر ضروری سامان پورا کیا۔ اللہ تعالیٰ پھر سے اس امت کو حضرت خنساء رضی اللہ عنہا جیسی مائیں اور حضرت خولہ رضی اللہ عنہا جیسی بہنیں عطا فرمائے۔ (آمین)

اسی طرح وہ شخص جو خود صاحبِ مال نہ ہو، وہ بھی اہلِ ثروت حضرات سے مال جمع کر کے یا انھیں جہاد فی سبیل اللہ میں مال خرچ کرنے پر ابھار کر یہ اجر وثواب سمیٹ سکتا ہے۔ ارشادِ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"اِنَّ الدَّالَ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهِ"

"بے شک نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والا بھی خود نیکی کرنے والے کی طرح ہے"۔(ترمذي: كتاب العلم عن رسول الله صلى الله عليه و سلم، باب ما جاء الدال على الخير كفاعله)

اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ دین اتنی رحمتوں، وسعتوں والا ہے کہ کوئی بھی ایسا شخص جو بھلائی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو، رحمتِ الٰہی سے محروم نہیں رہتا۔ یہ دین اسے رضائے الٰہی پانے کا کوئی نہ کوئی رستہ ضرور سجھا دیتا ہے۔ اللہ ہمیں صالح اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں جہاد جیسی عظیم عبادت میں شرکت سے محروم نہ رکھے۔(آمین)

(جاری ھے ان شاء اللہ)

اے امتِ اسلام! اے نوجوان مجاہدو! اے ایمان و عقیدے کے محافظو! اے شریعت کے نگہبانو! اے میدانِ جنگ کے شیرو! اے رات کے راہبو! کیا حق کو شخصیتوں کے ذریعے پہچانا جاتا ہے...... یا شخصیتوں کی قدر حق پر پرکھ کر متعین کی جاتی ہے؟ کیا ان تمام حالات کے باوجود بھی جہاد بدستور فرضِ کفایہ ہی ہے؟ کب تلک مسلمانوں کا خون خود مسلمانوں کی نگاہ میں اتنا ارزاں رہے گا؟ کیا تم نہیں جانتے کہ یہ خون خدا کی نظر میں کتنا مقدس ہے؟ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ:

"کعبہ کا ایک ایک پتھر علیحدہ کر دیا جانا اللہ کی نگاہ میں ایک مسلمان کا خون بہنے سے زیادہ ہلکی بات ہے"۔

اے لوگو! تمھاری اسلام سے وفاداری کہاں گئی؟

تمھارا یہ احساس کہاں رہ گیا کہ امتِ مسلمہ ایک جسم کے مانند ہے؟

کیا ڈیڑھ ارب مسلمانوں کے دل مردہ ہو چکے ہیں؟

کیا مسلمانوں کے یہ احساسات خلافت کے ساتھ ہی مٹ گئے تھے؟

اے مسلمانو! کیا دنیا کی محبت تم پر اس قدر غالب آ چکی ہے کہ تم یہ سب کچھ بھلا بیٹھے ہو؟

کیا درہم و دینار کی چمک نے تمھاری، حتیٰ کہ تمھارے دین داروں، کی آنکھوں کو بھی ایسا خیرہ کیا ہے کہ تمھیں سچائی نظر ہی نہیں آتی؟

اگر ایسا نہیں تو پھر تم خود ہی بتا دو کہ امت کے معاملات کی اصل صورت حال کیا ہے؟

اور اس صورت حال سے نکلنے کی راہ کیا ہے؟

اللہ کی قسم! اس مشکل سے نکلنے کا واحد راستہ یہی ہے کہ......

......امت کے وہ مخلص علماء جن پر مسلمانوں کو اعتماد ہے اٹھ کھڑے ہوں اور اعلانیہ کلمۂ حق کہیں پوری امت اللہ کی شریعت نافذ کرے

......مسلمان قرآن و سنت کی طرف واپس پلٹیں

......اور اپنا فراموش کردہ فریضہ......فریضۂ جہاد ادا کریں! (شہید احمد الحزنوی رحمۃ اللہ علیہ)

کیا امنیّت (احتیاطی تدبیر) توکّل کے منافی ہے؟

قاری عبد الہادی

ایک اور اِشکال جو اکثر مجاہدین کے ذہنوں میں پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ امنیت کو توکل کے منافی سمجھتے ہیں چنانچہ جب بعض ساتھیوں کو احتیاط کرنے کو کہا جائے تو وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ ''بھائی! اللہ پر توکل کرو، ان تدبیروں سے کچھ نہیں ہوتا''۔ یہ جواب دراصل اس غلط فہمی پر مبنی ہے کہ امنیّت کا اہتمام کرنا توکل کے منافی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارا احتیاطی تدابیر اختیار کرنا اس عقیدے کی وجہ سے قطعاً نہیں ہوتا کہ یہ احتیاطی تدابیر تقدیر کو ٹال دیں گی یا ہمیں ضرر سے بچالیں گی۔ تدبیر تو ہم حکمِ خداوندی ﴿خُذُوْا حِذْرَكُمْ﴾ ''اپنی احتیاط کیے رکھو''...... کی اطاعت اور سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اختیار کرتے ہیں، اور اگر ہم ایسا نہ کریں تو ہم اپنی تقصیر پر گناہ گار ٹھہریں گے۔ لیکن جہاں تک عقیدے کا تعلق ہے، تو یہ بات ذہن و قلب میں بالکل راسخ رہنی چاہیئے کہ زندگی موت، نفع نقصان، عزت ذلت، تکلیف راحت ...... تنہا اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ احتیاطی تدابیر اور توکل میں کوئی تعارض نہیں۔ توکل تو دراصل کہتے ہی اس کو ہیں کہ تمام ممکنہ اسباب اختیار کیئے جائیں (اور پھر معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا جائے) مگر نگاہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی پر جمی رہے۔ بھروسہ اور اعتماد اپنی تدبیر پر نہ ہو بلکہ رحمتِ الٰہی پر ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور فرمان ہے کہ:

''اِعْقِلْهَا وَ تَوَكَّلْ''

''اونٹنی باندھو اور پھر توکل کرو''۔ (ترمذي: كتاب صفة القيامة والرقائق والورع عن رسول الله)

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''آج کل ''توکّل'' کا استعمال دین ہی کے کاموں میں رہ گیا ہے۔ دنیا کے کاموں میں کیسی سعی و کوشش، جد و جہد و دوڑ دھوپ کرتے ہیں، پھر اگر اس پر بھی ناکام رہتے ہیں تو مایوس نہیں ہوتے۔ اس توکل کی

بالکل ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی قوم نکاح کرنا چھوڑ دے اور توکل پر اولاد کی تمنا کرے......اس پر ایک آیت کی تفسیر مقصود کی تائید کے لئے بیان کرتا ہوں۔حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اِنَّـا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوۡن﴾ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ خود قرآن مجید کے محافظ ہیں۔تو اگر کوئی شخص یہ کہنے لگے کہ جب اللہ تعالیٰ خود قرآن مجید کے محافظ ہیں تو پھر قرآن پاک کا پڑھنا، لکھنا، چھپوانا بھی چھوڑ دو؟ کیا آج تک مسلمانوں نے ایسا کیا ہے؟ میں اس کی حقیقت بتلاتا ہوں کہ اِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوۡن کے معنی یہ ہیں کہ ہم ہر زمانے میں ایسے لوگ اور ایسی جماعت پیدا فرماتے رہیں گے جو اس کی حفاظت کرتی رہے گی۔اسی طرح دین کے سب کاموں کو سمجھ لیا جائے کہ ان میں توکل کرنا تدابیر سے مانع نہیں، بلکہ توکل کے معنی یہ ہیں کہ تدابیر کرو اور اللہ تعالیٰ کو کارساز سمجھو کیونکہ تدبیر کا حکم بھی انھوں ہی نے کیا ہے۔جیسے قرآنِ مجید کی حفاظت کی تدابیر کی جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کو محافظ اعتقاد کیا جاتا ہے، کیونکہ اس کی حفاظت کا حکم بھی انھوں نے ہی فرمایا ہے۔باقی دنیا کی تدبیر کرنا اور دین کو محض تقدیر و توکل پر چھوڑ دینا، یہ بے ڈھنگا پن کیسا؟" (ملفوظاتِ حکیم الامت، جلد ۸، ص ۳۳۵)

حضرت مفتی رشید احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"دشمنانِ اسلام اور زنادقہ و ملاحدہ سے بچاؤ کے لیے حفاظتی تدابیر اختیار کرنے کو خلافِ توکل سمجھنا بے دینی اور الحاد ہے۔کوئی صحیح العقل والدّماغ مسلمان اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

جہاد و قتال فی سبیل اللہ فرائضِ قطعیہ بدیہیہ متواترہ میں سے ہے جو بدون اختیارِ اسباب و حفاظتی تدابیر و اسلحے کے نہیں ہوسکتا۔اس لیے حفاظتی تدابیر کو خلافِ توکل سمجھنا درحقیقت جہاد کی فرضیت بلکہ اس کے وجود ہی سے انکار ہے۔جہاد و قتال میں اقدام سے زیادہ دفاع کو اہمیت ہے، جو دفاع نہ کرے وہ جہاد نہیں کرسکتا"۔(مسلح پہرہ اور توکل، ص ۱۲)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب "احیاء علوم الدین" میں لکھتے ہیں:

" فإن قلت : فإذا أخذ المتوكل سلاحه حذراً من العدوّ وأغلق بابه حذراً من اللص وعقل بعيره حذراً من أن ينطلق، فبأى اعتبار يكون متوكلاً ؟

فأقول:يكون متوكلاً بالعلم والحال، فأما العلم فهو أن يعلم أن اللص إن اندفع لم يندفع بكفايته فى إغلاق الباب، بل لم يندفع إلا بدفع الله تعالى إياه؛ فكم من باب يغلق ولا ينفع، وكم من بعير يعقل و يموت أو يفلت، وكم من آخذ سلاحه يقتل أو

يـغـلـب؛ فلا تتكل على هذه الأسباب أصلاً بل على مسبب الأسباب، ...... وأما الحال فهـو أن يـكـون راضياً بما يقضي الله تعالى به في بيته و نفسه و يقول:اللّٰهم إن سلطت عـلـى ما في البيت من يأخذه فهو في سبيلک و أناراض بحكمک، فإني لا أدري أن مـا أعـطيتـنـي هبة فلا تسترجعها، أو عارية و وديعة فتستردها، ولا أدري أنه رزقي أو سبـقـت مشيـئتک فـى الأزل بـأنـه رزق غيـري، وكيـفـما قضيت فأنا راض به، وما أغـلـقـت البـاب تحصناً من قضائک وتسخطاً له، بل جرياً على مقتضى سننک فى تـرتيـب الأسبـاب، فـلا ثـقة إلا بک يا مسبب الأسباب، فإذا كان هذا حاله و ذلک الـذى ذكـرناه علمه لم يخرج عن حدود التوكل بعقل البعير وأخذ السلاح و إغلاق البـاب، ثـم إذا عـاد فـوجد متاعه فى البيت فينبغي أن يكون ذلک عنده نعمة جديدة مـن الله تـعـالٰـى، وإن لـم يـجده بل وجده مسروقاً نظر إلى قلبه ، فإن وجده راضياً أو فـرحاً بذلک عالماً أنه ما أخذ الله تعالى منه إلا ليزيد رزقه فى الآخرة فقد صح مقامه فـى التوكل وظهر له صدقه، وإن تألم قلبه به و وجد قوّة الـصبر فقد بان له أنه ما كان صـادقـاً فـى دعوى التوكل ؛ لأن التوكل مقام بعد الزهد، ولا يصح الزهد إلا ممن لا يتـأسف عـلـى مـا فات من الدنيا ولا يفرح بما يأتي، بل يكون على العكس منه، فكيف يصح له التوكل؟“

”پس اگر تم یہ کہو کہ: جب کوئی توکل کرنے والا شخص دشمن سے بچاؤ کے لیے ہتھیار تھام لے اور چور کے شر سے بچنے کے لیے دروازہ بند کرلے اور اپنے جانور کو بھاگنے سے روکنے کے لیے اسے بھی باندھ دے، تو (ان سب اسباب کو اختیار کرنے کے بعد) اسے متوکل کیسے کہا جاسکتا ہے؟ تو میں اس کے جواب میں یہ کہوں گا کہ: یہ شخص (تمام اسباب اختیار کرنے کے بعد بھی) اپنے یقین اور اپنے حال کے اعتبار سے متوکل ہوسکتا ہے۔

جہاں تک یقین کا تعلق ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ یہ شخص (اپنے دل سے) اس بات پر یقین رکھتا ہو کہ اگر (اس کا مال) چور کے شر سے بچا ہے تو اس کے دروازہ بند کرنے کی وجہ سے نہیں بچا بلکہ محض اس لیے بچا ہے کہ اللہ نے اس چور کو اس مال سے دور ہٹا دیا، کیونکہ کتنے ہی دروازے ایسے ہیں جو بند کئے جاتے ہیں مگر ان کی بندش کسی کام نہیں آتی، اور کتنے ہی جانور ایسے ہیں جو باندھے جاتے ہیں مگر وہ پھر بھی مرجاتے

ہیں یا بھاگ نکلتے ہیں، اور کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو ہتھیاروں سے لیس ہوتے ہیں لیکن انھیں قتل کر دیا جاتا ہے یا وہ مغلوب ہو جاتے ہیں۔ پس اصل بھروسہ ان اسباب پر نہ کرو بلکہ مسبّب الاسباب پر کرو۔

......اور جہاں تک اپنے حال کے اعتبار سے متوکل ہونے کا تعلق ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کے گھر اور مال (وغیرہ) کے بارے میں جو بھی فیصلہ کریں (اور اسے جس حال میں بھی رکھیں) وہ اس پر راضی رہے اور کہے کہ: اے اللہ! اگر تو نے اس گھر میں موجود مال پر کسی ایسے شخص کو مسلط فرمایا ہے اس کو اٹھا کر لے جائے تو وہ مال گویا تیرے ہی رستے میں نکل گیا اور میں تیرے اس فیصلے پر راضی ہوں۔ کیونکہ میں نہیں جانتا کہ جو کچھ تُو نے مجھے دیا ہے کیا وہ بطور تحفہ ہے جو تو نے دے کر واپس نہیں لینا، یا وہ ادھار یا امانت ہے جسے تو کسی بھی وقت مجھ سے طلب کر سکتا ہے؟ اور نہ ہی میں یہ جانتا ہوں کہ وہ سب میرا ہی رزق ہے یا تیری ازلی مشیت یہ ہے کہ وہ کسی اور کا رزق بنے۔ پس تو جو بھی فیصلہ کرے میں اس پہ راضی ہوں۔ اور میں نے گھر کا دروازہ تیری قضا سے بچنے یا اس پر اظہارِ ناپسندیدگی کے لیے بند نہیں کیا، بلکہ اسباب کو اختیار کرنے کے حوالے سے تو نے جو سنت مقرر کر رکھی ہے، اسی پر عمل کرتے ہوئے میں نے ایسا کیا ہے۔ اور میرا بھروسہ تو......اے مسبب الاسباب!...... تیرے سوا اور کسی پر نہیں۔ پس اگر یہ شخص اس حال میں ہو اور اس کا یقین بھی ایسا ہی ہو جیسا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے تو وہ جانور باندھنے یا اسلحہ تھامنے یا دروازہ بند کرنے (جیسی تدابیر اختیار کرنے) سے توکل کی حدود سے باہر نہیں نکلے گا۔

پھر جب یہ شخص (دروازہ بند کر کے چلے جانے کے بعد دوبارہ) اپنے گھر لوٹے اور اپنا سامان (بحفاظت) وہیں پائے تو اسے چاہیے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک نئی نعمت تصور کرے۔ اور اگر واپسی پر اسے اپنا سامان وہاں نہ ملے، بلکہ وہ چوری ہو چکا ہو تو اسے اپنے دل کی کیفیت پر غور کرنا چاہیئے۔ اگر یہ اپنے دل کو (اللہ کے اس فیصلے پر) راضی اور خوش پائے اور اس کے دل میں یہ یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ نے (دنیا میں) اس سے جو کچھ واپس لیا ہے وہ اسی لیے ہے کہ آخرت میں اس کے رزق کو بڑھا دے، تو پھر یہ صحیح معنی میں توکل کرنے والا ہے اور اس کا (اپنے دعوائے توکل میں) سچا ہونا ظاہر ہو گیا ہے۔ لیکن اگر (مال چھن جانے پر) اس کا دل دکھے اور اسے صبر سے کام لینا پڑے تو گویا یہ بات کھل گئی کہ وہ اپنے دعوائے توکل میں سچا نہیں، کیونکہ توکل تو زہد (یعنی دنیا سے بے رغبتی) سے بھی اونچا مقام ہے اور زاہد تو وہی ہو سکتا ہے جو نہ تو دنیا کے چھننے پر غمگین ہو اور نہ ہی اس کے ملنے پر خوش، بلکہ زاہد کے دل کی کیفیت تو اس کے برعکس ہوتی ہے (یعنی دنیا کے ملنے پر غمگین اور اس کے چلے جانے پر راضی و خوش ہوتا ہے)۔ تو بھلا جس کے دل میں

زہد نہ ہواس کے دل میں توکل کیسے ہوسکتا ہے؟''

(إحياء علوم الدين، كتاب التوحيد والتوكل، بيان أحوال المتوكلين فى التعلق بالأسباب)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے درج بالا فرمان سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جن مقامات پر شریعت ہی نے اسباب اختیار کرنے کا حکم دیا ہو وہاں اسباب ترک کر دینے کا نام توکل نہیں، بلکہ توکل تو دل کی اس کیفیت کا نام ہے کہ انسان کا بھروسہ ہر وقت اور ہر حال میں تنہا اللہ کی ذات پر ہو اور اپنی تمام تر تدابیر اختیار کرتے ہوئے بھی توجہ اللہ کی رحمت سے ہٹنے نہ پائے۔

نیز اس اقتباس سے یہ بات بھی بخوبی سمجھ لینی چاہیئے ہے کہ امنیت کا اہتمام کرتے ہوئے دل کی کیفیت کیا ہو، تا کہ ہم اس معاملے میں افراط وتفریط دونوں سے بچ سکیں۔ نہ تو توکّل کے کسی خود ساختہ تصور کی خاطر امنیت کے تقاضوں کو نظر انداز کیا جائے اور نہ ہی امنیت واحتیاط کی تدبیریں اختیار کرتے ہوئے، توکل کے عقیدے کو ضائع کر دیا جائے کیونکہ یہ وہ قیمتی متاع ہے جسے اپنے سینے میں محفوظ رکھنا ہی مومنین کی نجات کا ذریعہ ہے۔

کیا امنیت شجاعت کے منافی ہے؟

ایک اور اِشکال جو اکثر ذہنوں میں پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ امنیت کو شجاعت کے منافی سمجھا جاتا ہے۔ شجاعت اسلام کی نگاہ میں ایک محمود صفت ہے اور بزدلی کو حدیث میں بدترین صفت قرار دیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ مبارک ہے:

''شَرُّ مَا فِیْ الرَّجُلِ شُحٌّ هَالِعٌ وَ جُبْنٌ خَالِعٌ''

''انسان میں جو دو بدترین صفات پائی جاسکتی ہیں وہ ہیں شدید کنجوسی اور سخت بزدلی''۔

(أبو داود: كتاب الجهاد: في الجرأة و الجبن)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بزدلی سے پناہ مانگنے کے لئے ہمیں یہ دعا بھی سکھائی ہے کہ:

''اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْجُبْنِ''

''اے اللہ! میں بزدل بننے سے تیری پناہ مانگتا ہوں''۔

(بخاري: كتاب الجهاد و السير: باب ما يتعوذ من الجبن)

لہٰذا ان لوگوں کا رویہ بلاشبہ قابلِ مذمت ہے جو احتیاط کی آڑ میں اپنی بزدلی چھپاتے ہیں اور دوسروں کو

بھی بزدل بناتے ہیں۔ ہمیں ایسے کئی حضرات سے سابقہ پیش آتا ہے جو کچھ ''موہومہ خطرات'' سے بچنے کے لئے ایسی ''حفاظتی تدابیر'' اختیار کرتے ہیں جو انھیں جہاد کے رستے پر چلنے، حتیٰ کہ مجاہدین کی نصرت تک کرنے سے روک دیتی ہیں اور وہ بالکل مفلوج ہو کر اپنے گھروں میں چھپ بیٹھتے ہیں۔ انھی کے منہ سے مجاہدین و شہداء کے بارے میں یہ جملے بھی سننے کو ملتے ہیں کہ:

﴿......لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا﴾ (آلِ عمران: ١٦٨)

''......اگر یہ ہماری بات مان لیتے تو نہ مارے جاتے''۔

حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں محض ''خُذُوْا حِذْرَكُمْ'' کے ساتھ ساتھ ''فَانْفِرُوْا''، ''جَاهِدُوْا'' اور ''قَاتِلُوْا'' کا حکم بھی دیا ہے۔ احتیاط فی نفسہٖ کوئی مطلوب چیز نہیں، بلکہ یہ تو جہاد ہی کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ اگر کسی نے جہاد نہیں کرنا تو پھر وہ احتیاط کس لیے کر رہا ہے؟

اے صلیبی مغرب کے رہنے والو!

ہم نے پہلے بھی تمھیں بار بار اور مسلسل خبردار کیا تھا اور آج ایک مرتبہ پھر خبردار کئے دیتے ہیں...... کہ جس کسی نے بھی عراق، افغانستان اور فلسطین کے خلاف جارحیت میں اپنا حصہ ڈالا ہم اس سے پورا پورا بدلہ وصول کر کے رہیں گے...... اور جیسے تم نے ہمارے علاقوں میں خون کے دریا بہائے، ہم بھی اللہ کی مدد سے اپنے غضب کے آتش فشاں تمھارے علاقوں میں پھاڑیں گے۔ جو ممالک بھی فلسطین، عراق اور افغانستان کے خلاف جارحیت میں شریک ہیں، ان کے علاقے اور مفادات ہمارا ہدف رہیں گے۔ پس جو کوئی بھی اپنی جان بچانا چاہتا ہے وہ اس جنگ میں شرکت سے باز رہے...... اور جس نے خبردار کر دیا گویا اس نے حجت تمام کر دی!

(شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ تعالیٰ)

کوئی تو ہو جو محاذوں پہ ان کا ساتھی ہو!

کہاں ہیں اہلِ فکر؟ جن کی سوچ کے دھارے
مری مظلوم اِس امت کا رُخ بدل ڈالیں
کدھر ہیں اہلِ ہنر؟ جن کی دست کاری سے
ستم زدوں کو میسر ہوں تیغ اور ڈھالیں
کہاں گیا وہ معلم؟ جو میرے بچوں کو
حَسن، حُسین کے اُسوے کا درس سکھلائے
کہاں ہے میرے شہر کا طبیب؟ جس کا فن
کسی محاذ پر تڑپتی جاں کا مرہم ہو
کدھر ہے میرے محلے کا خوش نوا واعظ؟
جو کافروں کے تسلط پہ آج برہم ہو
کہاں پہ ہیں وہ محقق؟ کہ جن کی تحقیقیں
عدو کے ٹینک اور توپوں کا توڑ ہی کر دیں
کہاں ہیں مایہ ناز وہ مُہندسین؟ کہ جو
صلیبیوں کا برج برج آگ سے بھر دیں
کہاں گئے وہ سبھی لوگ ''پڑھے لکھے''؟؟...... جو یہ کہتے تھے
جہالتوں سے نمٹنا بہت ضروری ہے!
جہالتوں کے سیل سر سے گزر بھی گئے لیکن
ہنوز اُن کی تیاری یہاں ادھوری ہے!

حرم سراؤں میں امت کے غم میں گُھلتے ہیں
اور اُن کی بے بہا صلاحیت کے سیم وزر
حرص، ہوس کی منڈیوں میں روز تُلتے ہیں!
اور ایسی تار شبوں میں میرے وہ کلمہ گو
''مدد مدد'' پکارتے ہیں......ایسے رُلتے ہیں!
کوئی تو ہو جو محاذوں پہ اُن کا ساتھی ہو
کہ جس کے پاؤں تلے ابرہہ کا ہاتھی ہو
کوئی اب اپنے ہُنر آ کے آزمائے تو!
عدو کے ٹینک اور توپ کو اڑائے تو!
صلیب والوں سے بہنیں کوئی چھڑائے تو!
پلید ہاتھوں کے بھڑکائے ہوئے شعلوں سے
قرآنِ پاک کے اوراق کو بچائے تو!

''مسندِ احمد کی ایک روایت کے مطابق، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے، آپؐ نے فرمایا: ''خوش خبری ہے اجنبیوں کے لیے'' تو پوچھا گیا، کون اجنبی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ فرمایا ''برے لوگوں کی کثرت میں (گھِرے ہوئے) نیک لوگ۔ جو اُن کی نافرمانی کریں گے، وہ ان کا کہنا ماننے والوں کے مقابلے میں زیادہ ہوں گے''۔

آئینِ جواں مرداں

امام شامل کا روسی جرنیل وارنسٹوف کے نام تاریخی مکتوب

روسی استبداد کے خلاف ۳۰ سال تک برسرِ پیکار رہنے والے عالمِ اسلام کے عظیم چھاپہ مار کمان دان امام شامل رحمۃ اللہ علیہ کو روسی جرنیل وارنسٹوف نے ستمبر ۱۹۴۴ء میں قفقاز پہنچ کر ایک خط لکھا کہ تم پانچ لفظوں اطاعت، فرماں برداری، ماتحتی، باج گزاری اور درخواست میں سے جو چاہو منتخب کر لو۔ اس کے جواب میں امام شامل رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا۔

''وارنسٹوف مجھے تمھارے شہنشاہ پر ترس آتا ہے کہ وہ تم جیسے بوڑھے اور از کار رفتہ نام نہاد جرنیل کا سہارا لینے پر مجبور ہو گیا ہے۔ اگر تم حقیقی جرنیل ہوتے تو تمھیں یہ علم ضرور ہوتا کہ ایک سپہ سالار دوسرے سپہ سالار سے کس طرح بات کرتا ہے۔ تمھیں تو اتنا بھی علم نہیں کہ سپاہی گفتگو کا آغاز تلوار سے کرتا ہے۔ زبان کے استعمال کی نوبت اس وقت آتی ہے جب تلوار غالب یا عاجز آ جائے۔ تمھاری اطلاع کے لئے یہ عرض ہے کہ قفقاز میں کوئی یہ نہیں جانتا کہ وارنسٹوف کس چڑیا کا نام ہے۔ مگر ایک نام ایسا ہے جسے صرف جنوبی روس ہی میں نہیں پورے روس میں، پورے قفقاز میں ہر کوئی جانتا ہے۔ تمھارے زاروں، جرنیلوں، افسروں اور سپاہیوں کے قبرستانوں میں مدفون لاکھوں لوگوں کی روحیں بھی اس نام سے واقف ہیں اور یہ نام ہے 'شامل'۔

ہاں ہم غیر مہذب ضرور ہیں کیونکہ

ہم دوسروں کے ملک پر قبضہ نہیں کرتے

ہم دوسروں کو اپنا غلام نہیں بناتے

ہم مخالفوں کے باغات، کھیتیاں اور گھر نذرِ آتش نہیں کرتے اور ان کے کنویں بند کر کے پیاس سے نہیں تڑپاتے

ہم کسی فانی انسان کو اپنا خداوند، آقا اور اپنی زندگیوں کا مالک نہیں تسلیم کرتے

ہم غیر مہذب ہیں کیونکہ

ہمارے یہاں ماتحتوں کی بیویاں اپنے اعلیٰ افسروں کی بانہوں میں نہیں جھولتیں

ہمارے یہاں غریب مائیں اپنی چھاتیاں اپنے آقاؤں کے کتوں کے منہ میں نہیں دیتیں

ہمارے یہاں آقاؤں کے خادم اپنے آقاؤں کے کتوں کو گرمی پہنچانے کے لئے ساری رات اپنی گود میں لے کر نہیں بیٹھتے،

وارنسٹوف!

تم نے کہا ہے کہ میں پانچ الفاظ میں سے ایک لفظ منتخب کرلوں ۔ میں تمھارے پانچوں الفاظ مسترد کرتا ہوں ۔ میرے منتخب کردہ پانچ الفاظ یہ ہیں:

اللہ کی راہ میں جہاد۔

''دشمن سے زیادہ، اللہ کی معصیت سے ڈریں کیوں کہ ''گناہ'' دشمن کی تدبیروں سے بھی زیادہ انسان کے لیے خطرناک ہے''۔

''اللہ کے بندے امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز کا یہ ہدایت نامہ منصور بن غالب کے نام جب کہ امیر المومنین نے ان کو اہلِ حرب سے اور ان اہلِ صلح سے جو مقابلہ کے لیے آئیں جنگ کرنے کے لیے بھیجا ہے:

امیر المومنین نے ان کو حکم دیا ہے کہ ہر حال میں تقویٰ اختیار کریں، کیوں کہ اللہ کا تقویٰ بہترین سامان، موثر ترین تدبیر اور حقیقی طاقت ہے، امیر المومنین ان کو حکم دیتے ہیں کہ وہ اپنے اور اپنے ساتھیوں کے لیے، دشمن سے زیادہ اللہ کی معصیت سے ڈریں کیوں کہ ''گناہ'' دشمن کی تدبیروں سے بھی زیادہ انسان کے لیے خطرناک ہے۔ ہم اپنے دشمنوں سے جنگ کرتے ہیں، اور ان کے گناہوں کی وجہ سے ہم ان پر غالب آجاتے ہیں کیوں کہ اگر یہ بات نہیں تو ان سے ہم کو مقابلہ کی قوت نہیں ہے، کیوں کہ نہ تو ہماری تعداد ان کی تعداد کے برابر ہے، اور نہ ہمارا سامان ان کے سامان کے برابر۔ پس اگر ہم اور وہ معصیت میں برابر ہو جائیں تو وہ قوت اور تعداد میں ہم سے بڑھ کر ثابت ہوں گے، یاد رکھو! اگر ہم ان پر اپنے حق کی وجہ سے غلبہ نہ پاسکیں گے، تو اپنی قوت کی وجہ سے بھی ان پر غالب نہ آسکیں گے۔ اور اپنے گناہوں سے زیادہ کسی کی دشمنی سے چوکنّا نہ ہوں، جہاں تک ممکن ہو اپنے گناہوں سے زیادہ کسی چیز کی فکر نہ کریں، سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر کچھ محافظ مقرر کئے گئے ہیں، جو تمھارے سفر و حضر کے افعال جانتے ہیں، پس ان سے شرم کرو، اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرو، اور ان کو اللہ کی نافرمانی کر کے ایذا نہ پہنچاؤ، خصوصاً ایسی حالت میں کہ تمھارا دعویٰ ہے کہ تم راہِ خدا میں نکلے ہوئے ہو، اور یہ مت سمجھو کہ ہمارے دشمن ہم سے گئے گزرے ہیں، اس لیے گو ہم گناہ گار ہیں، لیکن وہ ہم پر غالب نہیں آسکتے، کیوں کہ بہت سی ایسی قومیں ہیں جن پر ان کے گناہوں کی وجہ سے ان سے بدتر لوگوں کو مسلّط کر دیا گیا ہے، پس اللہ تعالیٰ سے اپنے نفسوں کے مقابلے میں مدد چاہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ سے تم اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں مدد چاہتے ہو، میں بھی اپنے لیے اور تمھارے لیے اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں''۔

(تاریخِ دعوت وعزیمت، تالیف مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ص ۴۶ ج ۱)

میں اپنے شہر میں کس کس کو آج پُرسا دوں

میں اپنے شہر میں کس کس کو آج پرسا دوں
بلکتے بچوں کو پرسا دوں؟ جن کے گالوں پر
برستے اشک لکیریں بنائے جاتے ہیں
اور آنے والے مصائب کے بادلوں کی خبر
ہر اہلِ دل کو مسلسل سُنائے جاتے ہیں

کہ اُن کو پُرسا دوں؟ جن کے سہاگ اجاڑے گئے
دلوں کے چین لُٹے ، زیست کے سہارے گئے
لرزتے ہونٹوں سے نظریں چُرا کے چُپ ہو جاؤں
جو پوچھتے ہیں کہ وہ کس خطا پہ مارے گئے؟

کہ اُن بزرگوں کو پُرسا دوں؟ جن کو تھی امّید
اخیر عمر میں اولاد کام آئے گی!
خبر نہیں تھی کہ کل جن کے ناز اُٹھائے تھے
جنازے آج خمیدہ کمر اُٹھائے گی

کہ اُن گھرانوں کو پُرسا دوں؟ جن کے بابِ وفا
جفا پرستی کے جھکڑ نے بند کر ڈالے
علم اخوت والفت کے سرِنگوں کر کے
نِفاق وجور کے جھنڈے بلند کر ڈالے

کہ اُن اداروں کو پرسا دوں جن کے پروردہ
ابھی کچھ اور یہ دشمن کا کھیل کھیلیں گے
پھر اس کے بعد ملامت زدہ مریں گے یہاں

اور آخرت میں عذابِ الیم جھیلیں گے

ضرورت ہے

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ صلیبی صہیونی اتحاد پورے عالم کے مسلمانوں کے خلاف ہر قسم کی تخریبی ٹیکنالوجی استعمال کر رہا ہے جس کا جواب دینا اہلِ اسلام پر فرض ہے۔ چنانچہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے مسلم ماہرین، جامعات کے طلبہ و اطبّاء سے گزارش کی جاتی ہے کہ آپ میں سے جو کوئی بھی مجاہدین کے لئے:

- ایٹمی
- کیمیاوی
- گیسی
- برقی یا
- جرثومی ہتھیار بنا سکتا ہو، مہیا کر سکتا ہو، یا بنوانے میں کوئی تعاون کر سکتا ہو تو وہ اپنے اس شرعی فریضے کو ضرور پورا کرے۔ ایسے افراد کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ اگر انھیں کوئی ایسا ہنر یا فن آتا ہے، جس کی مجاہدین کو ضرورت ہو، تو ایسے افراد پر جہاد کے لئے اپنی خدمات کو پیش کرنا بدرجہ اولیٰ فرضِ عین ہے۔

اس مقصد کے لئے آپ سے گزارش کی جاتی ہے کہ اپنے قریب کے ایسے مجاہدین یا ان کے کسی مجموعے سے رابطہ کیجیے، جن کے بارے میں آپ کو اعتماد حاصل ہو جائے کہ ان کی دینی خدمات کسی ''ایجنسی'' کے ماتحت نہیں ہیں۔ **وما علینا اِلا البلاغ.**

شہادتِ حق

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سنو! اسلام کی چکی گھوم رہی ہے تو جس طرف قرآن کا رخ ہو تم بھی اُدھر گھوم جاؤ۔ سنو! قرآن اور اقتدار عنقریب جدا ہو جائیں گے۔ خبردار تم قرآن کا ساتھ نہ چھوڑنا۔ آئندہ ایسے حکمران ہوں گے جو تمھارے بارے میں فیصلے کریں گے۔ اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو وہ تمھیں گمراہ کرڈالیں گے۔ اور تم اُن کی نافرمانی کرو گے تو وہ تمھیں موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے پوچھا تب ہم اللہ کے رسول کیا کریں؟ فرمایا وہی کرو جو عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے کیا وہ لوگ آروں سے چیرے گئے، سولیوں پر لٹکائے گئے [لیکن حق کو نہ چھوڑا]''۔

(طبرانی۔ بروایت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ)